انصار الدین

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء　جلد ۱ نمبر ۵　اخاء، نبوت، فتح ۱۳۸۳ہش

"اس مغربی معاشرے میں رہتے ہوئے جہاں ہر قسم کی
آزادی ہے، انصاراللہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے"



اختتامی اجلاس سالانہ اجتماع انصاراللہ 2004



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ

انصار الدین

جلد ا نمبر ۵

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو): محمود احمد ملک

نائب: شیخ طارق محمود

معاون: سید حسن خان

مدیر (انگریزی): ندیم ونڈرمین

مینیجر: لئیق احمد حیات

181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF

اداریہ:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور مختلف مواقع پر دی گئی دیگر ہدایات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جماعت کی تربیت پر آپ کی گہری نظر ہے اور حضور انور کی اوّلین ترجیحات میں یہ بات شامل ہے کہ جماعت تربیت کے بلند مقام پر فائز ہو۔ اسی لئے سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امسال انصار اللہ انگلستان کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر خطبہ جمعہ اور اختتامی اجلاس میں انصار کو توجہ دلائی کہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا اور دوسروں کو دینا، اُن کی ذمہ داریوں میں ایک اہم ترین ذمہ داری ہے۔ انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہئے کہ وہ خود اور ان کی اولادیں قرآن کریم کے نور سے منور ہوں۔ نہ صرف خود قرآن کریم پڑھیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے قرآن مجید کا ترجمہ بھی سیکھیں اور سکھائیں۔ سیّدنا حضور انور کے خطبہ جمعہ کا انگریزی ترجمہ اور اجتماع کے اختتامی خطاب کا مکمل اردو متن اس شمارہ میں انصار بھائیوں کے افادہ کے لئے پیش ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (بخاری) کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو خود قرآن پڑھے اور پڑھائے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس ارشاد پر عمل کیا تو ان کی کایا پلٹ گئی اور ہر میدان میں کامران و کامیاب ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں دین بھی عطا فرمایا اور دنیا کی وجاہتیں بھی بخش دیں۔ اس دَور میں پھر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کی تعلیم کو اس کی اصلی صورت میں پیش کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپؑ نے اپنی ساری زندگی قرآن کریم کے علوم و انوار کو اپنی بے شمار تصانیف میں پیش فرمایا اور جماعت کو ہدایت کی:

"تمہارے لئے ضروری ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ اس میں تمہاری زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"۔ (کشتی نوح)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انصار اللہ کے قیام کے مقاصد میں ایک اہم مقصد قرآن کریم کی تعلیم قرار فرمایا تھا اور کئی بار انصار کے اجتماعات میں انصار کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی اس امر کی طرف بہت توجہ دلائی تھی اور فرمایا: "قرآن کریم سے اتنا پیار کرو کہ تمہیں دنیا میں کسی اَور چیز سے اتنا پیار نہ ہو۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جماعت اس طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہو رہی ...... ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں رہنے والا ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو وہ صبح کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو"۔

(الفضل 19 فروری 1966)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اس امر کی طرف بہت توجہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ فرمایا: تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور کرنا سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت نہیں ہو سکتی اور یہ پہلو ہے جس کی طرف اکثر مربیان، اکثر صدران، اکثر امراء بالکل غافل ہیں"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جولائی 1997)

پس یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس امر کو سنجیدگی کے ساتھ اپنے ذمہ لیں اور قرآن کریم کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور نہ صرف روزانہ تلاوت قرآن کریم کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنائیں بلکہ ترجمہ سیکھنے اور اس کے معانی کو سمجھنے کی طرف بھی توجہ کریں۔

خدا تعالیٰ ہمیں ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے اور خدا کرے ہم انصار اللہ ہونے کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

درس القرآن

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

اس ذکر کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے (سورۃ الحجر 10)

ذکر کے معنی ہیں کسی چیز کو ایسے طور پر یاد کرنا کہ وہ بھول نہ جائے۔ اس کے علاوہ اس کے معنی شرف و عزت اور نصیحت کے بھی ہیں۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ہی اس شرف و عزت والے کلام یعنی قرآن کریم کو اتارا ہے اور ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یقیناً ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔ یہ ایک نہایت زبردست آیت ہے اور ایسی عجیب آیت ہے کہ اکیلی ہی قرآن مجید کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ پر آخری اور دائمی شریعت اتاری گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ فرمایا۔ یہ وعدہ اس شان کے ساتھ پورا ہوا ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ہاں یہ وعدہ یقیناً پورا ہوا ہے۔ آج دنیا کی کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں کہ جسے مٹا دیا جائے اور وہ پھر بھی محفوظ رہے سوائے قرآن پاک کے۔ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ "ہم نہایت مضبوط قیاسات کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے اور محمد (ﷺ) کی غیر محرّف تصنیف ہے..... اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (ﷺ) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔"

قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ ایسے حالات میں فرمایا گیا تھا جب کہ مسلمان نہایت کسمپرسی کی حالت میں تھے اور ان کے اپنے وجود کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ نزول کے ساتھ ساتھ ہی اسے لکھا جانے لگا اور لکھے ہوئے مواد کی نہایت حفاظت کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں قرآن مجید کے لئے ایک خاص محبت پیدا فرما دی کہ آغاز سے ہی سینکڑوں صحابہ نے اسے حفظ کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں میں یہ نیک روح ہر دور میں موجود رہی کہ ان میں حفاظ پیدا ہوتے رہیں۔ ایک اور طریق جس سے حفاظت کا وعدہ پورا ہوا کہ آغاز سے ہی روزانہ نمازوں میں قرآنی آیات کو پڑھنا لازمی قرار دیا گیا جس کے لئے مسلمانوں نے کئی کئی سورتوں کو یاد کرنا شروع کیا اور نمازوں میں ان کی دہرائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر کسی کو اس کے معانی نہ بھی آتے ہوں تو بھی آیات کی خوبصورت ترتیل کی وجہ سے وہ اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ یہ بھی ہوا کہ نزول قرآن کے بعد علمی عربی زبان کی تبدیلی بند ہو گئی اور عربی زبان آج بھی وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی اور قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے پرانی لغتوں کی ضرورت نہیں۔ اس کے مقابل پر دیگر مذاہب کی کتب کی زبانیں عملی طور پر ختم ہو چکی ہیں اور انہیں سمجھنا تو کجا پڑھنے کے لئے بھی لوگ تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن کی لفظی حفاظت فرمائی بلکہ معنوی لحاظ سے بھی اس کی حفاظت کا سامان پیدا فرمایا کہ ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو کتاب کے صحیح مفہوم کی طرف لوگوں کو لاتے رہے۔ یہ حفاظت دائمی طور پر صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ قرآن کریم کے متعلق مسلمانوں میں بعض شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے تو ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے پھر اپنے ایک فرستادہ کو دنیا میں بھیج دیا جس نے کلی طور پر قرآن کریم کی تفسیروں کو زوائد سے پاک کر کے اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آئندہ کے لئے قرآن کریم میں پیشگوئیاں موجود ہیں کہ جب بھی مسلمان اسلام سے غافل ہوں گے اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا رہے گا۔ پس اس وعدہ کی موجودگی میں انشاءاللہ ہمیشہ دنیا کی ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت علیؓ بن ابو طالب تشریف لائے اور عرض کی کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ مجھے قرآن بھولتا جارہا ہے اور مَیں اب اس کو یاد رکھنے کی قدرت نہیں پاتا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن! کیا مَیں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن کے ذریعہ اللہ تجھے اور جن کو تُو اُنہیں سکھائے، فائدہ پہنچائے گا۔ اور جو تُو سیکھتا ہے اُسے تیرے سینے میں راسخ کردے گا۔ آپؓ نے عرض کی: ہاں، یارسول اللہ! مجھے سکھایئے۔ آپؐ نے فرمایا: جب جمعہ کی رات ہو تو اگر تجھ سے ہو سکے تو رات کے آخری تیسرے پہر میں قیام اللّیل کر کیونکہ یہ مشہود گھڑی ہے اور اس میں دعا قبول کی جاتی ہے۔ اور میرے بھائی یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي یعنی جمعہ کی رات آتی ہے تو مَیں تمہارے لئے اپنے ربّ سے استغفار کروں گا۔ پس اگر تو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو رات کے وسط میں قیامِ لیل کر۔ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو رات کے شروع میں قیامِ لیل کر۔ تُو چار رکعتیں پڑھ۔ پہلی رکعت میں فاتحہ الکتاب اور سورۃ یاسین پڑھ۔ دوسری رکعت میں فاتحہ الکتاب اور حٰمٓ الدخان پڑھ۔ تیسری رکعت میں فاتحہ الکتاب اور الٓمٓ تنزیل السجدۃ پڑھ اور چوتھی رکعت میں فاتحہ الکتاب اور تَبَارَكَ المَفَصَّل (یعنی سورۃ الملک) پڑھ پھر جب تُو تشہد سے فارغ ہو تو اللہ کی حمد کر اور اللہ کی ثناء بیان کر اور مجھ پر درود بھیج اور خوبصورت انداز میں بھیج۔ اسی طرح جملہ انبیاء پر بھی درود بھیج اور مومنوں اور مؤمنات اور اپنے ان بھائیوں کے لئے استغفار کر جو ایمان میں تجھ پر سبقت لے گئے ہیں۔ پھر اس کے آخر میں یہ دعا کر: اے اللہ! مجھ پر رحم کر اس طرح کے جب تُو مجھے زندہ رکھے مَیں گناہوں کو بالکل ترک کردوں۔ اور مجھ پر رحم کر اس طرح کہ مَیں اس کام میں پڑوں جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے ان امور میں جو تجھے راضی کریں حسنِ نظر عطا کر۔ اے میرے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے خالق۔ اے ایسے جلال وإکرام اور عزت کے مالک جس تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ مَیں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ! اے رحمٰن! مَیں تیرے جلال اور تیرے چہرے کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تُو میرے دل کو اپنی کتاب کو ایسے رنگ میں یاد کرنے کے قابل بنادے جس طرح تُو نے مجھے اسے سکھایا ہے اور مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا کر جو تجھے مجھ سے راضی کردے۔ اے میرے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے خالق۔ اے ایسے جلال وإکرام اور عزت کے مالک جس تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ مَیں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ! اے رحمٰن! مَیں تیرے جلال اور تیرے چہرے کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تُو اپنی کتاب کے ذریعہ میری آنکھوں کو منور کردے اور اس کے ذریعہ میری زبان کو رواں کردے اور اس کے ذریعہ میرے دل کا بوجھ ہلکا کردے اور اس کے ذریعہ میرا بدن دھوڈال کہ حق پر قائم رہنے کے بارہ میں تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں۔ اور تیرے سوا مجھے کوئی اَور حق عطا نہیں کرسکتا اور بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ، **العلیّ العظیم** سے ہی عطا ہوتی ہے۔

اے ابوالحسن! تُو تین جمعوں یا پانچ یا سات جمعوں تک ایسا کر، تو انشاء اللہ تیری دعا قبول ہوگی۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، کسی مومن کی یہ دعا کبھی رائیگاں نہیں گئی۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی پانچ یا سات جمعے ہی گزرے تھے کہ علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس ویسی ہی ایک مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! قبل ازیں میرا یہ حال تھا کہ مَیں چاریا اتنی ہی آیات لیتا تھا اور جب اُنہیں حفظ کرنے کے لئے پڑھنے لگتا تھا تو وہ میرے ذہن سے نکل جاتی تھیں۔ اور آج مَیں چالیس یا اس کے قریب آیات پڑھتا ہوں اور جب انہیں یاد کرنے لگتا ہوں یوں لگتا ہے کہ کتاب اللہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ نیز قبل ازیں مَیں کوئی حدیث سنتا تھا اور جب اُسے دہرانے لگتا تھا تو وہ میرے ذہن سے نکل جاتی تھی اور اب مَیں بہت سی احادیث سنتا ہوں اور جب انہیں بیان کرتا ہوں تو اُن میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا۔ اس پر رسول اللہ نے آپؓ سے فرمایا: اے ابوالحسن! ربِّ کعبہ کی قسم! تُو مؤمن ہے۔　(سنن ترمذی)

کلام الامام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں۔ جس کی تعلیمات ہریک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلّی پاک ہیں۔ جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے۔ جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم نہیں کرانا چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر ایک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دُور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اس زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آجکل پھیلا ہوا ہے۔ اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرت کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دل اور بصیرت قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے۔"

(روحانی خزائن جلد اوّل۔ براہین احمدیہ صفحہ ۸۱، ۸۲)

"قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اوّل مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت ﷺ کے وقت تھا۔ علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر شخص کا کلام اس کی ہمت کے موافق ہوتا ہے۔ جس قدر اس کی ہمت اور عزم اور مقاصد عالی ہوں گے اسی پایہ کا وہ کلام ہوگا۔ سو وحیٔ الٰہی میں بھی وہی رنگ ہوگا۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے، جس قدر ہمت بلند رکھنے والا وہ ہوگا، اُسی پایہ کا کلام اُسے ملے گا۔ آنحضرت ﷺ کی ہمت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اس لئے آپ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رُتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا۔"

(ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ ۵۷)

"...... اللہ تعالیٰ کا قرب پانے اور انجام بخیر ہونے کے لئے ایک اَور ذریعہ بھی ہے جو تمہیں نیکیوں پر قائم رکھنے اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے میں مددگار ہوگا بلکہ انتہائی اہم نسخہ ہے اور اس سے اللہ کے دین کی اشاعت کے سامان بھی پیدا ہو رہے ہوں گے اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہو سکے گی اور وہ ہے نظام وصیت جو حضرت مسیح موعودؑ نے مقرر فرمایا ہے......"

(حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

نماز اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ ارشاد

محترم انصار بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مجلس شوریٰ مجلس انصار اللہ انگلستان ۲۰۰۴ء کی رپورٹ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ اس سال شوریٰ میں ایک تجویز نمازوں کی باجماعت ادائیگی اور ان کے بعد درس دینے کے متعلق بھی تھی۔ اس پر حضور انور نے انصار اللہ کو اس سلسلے میں ایک ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرنے اور اسی طرح مقامی سطح پر منصوبہ بندی کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ حضور نے فرمایا:

"انصار اللہ کی مقامی مجالس کے ذمہ یہ کام لگائیں کہ وہ انصار اور ان کے ذریعہ گھر گھر میں نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے اور اس کی نگرانی رکھنے کا کام کریں۔ اور ہر تین ماہ بعد جائزہ لے کر رپورٹ دیا کریں کہ کون کون ہیں جو نمازوں کی ادائیگی کے لئے نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ پھر عاملہ کے ذریعہ رابطہ ہونا چاہئے اور انہیں گھر گھر جا کر توجہ دلانی چاہئے کہ ہر حال میں وہ نمازوں کی ادائیگی کیا کریں، ورنہ ان کی اولادوں کی روحانی زندگیوں کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

حضور انور کی ہدایت کی روشنی میں مجلس انصار اللہ نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے۔ آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کریں۔ اس مقصد کے لئے ایک فارم آپ کو رسالہ "انصار الدین" کے ساتھ بھجوایا جا رہا ہے۔ اس کو جتنی جلد ممکن ہو پُر کر کے اپنے زعیم صاحب کو دیدیں۔ نیز یہ بات نوٹ فرمالیں کہ جن مجالس میں ابھی تک مراکز نماز قائم نہیں ہو سکے یا کسی وجہ سے آپ مسجد یا مرکز نماز میں حاضر ہونے سے قاصر ہیں تو اس صورت میں کم از کم اپنے گھر میں ہی اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ باجماعت نماز کا اہتمام کریں اور اس کی باقاعدہ اطلاع بھی اپنے زعیم صاحب کو دیدیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

والسلام

خاکسار

چودھری وسیم احمد

صدر مجلس انصار اللہ انگلستان

اس مغربی معاشرہ میں رہتے ہوئے،
جہاں ہر قسم کی آزادی ہے،
انصار اللّٰہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے

اپنی اور اپنی نسلوں کی معاشرہ کے بداثرات سے حفاظت کی تلقین۔ مرکزی مجلس عاملہ سے لے کر زعامت تک کے تمام عہدیداران کو نظام وصیت میں شمولیت کی تحریک۔

خطاب سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یو کے، مؤرخہ 26 ستمبر 2004ء بمقام بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

الحمد للہ کہ آج آپ کو اپنا بائیسواں سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام تک پہنچانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ حاضری بھی پچھلے سال کی نسبت زیادہ بہتر ہے اور دوسرے پروگرام بھی، تربیتی پروگرام بھی شامل کئے گئے۔ ذکرِ حبیب اور آنحضرت ﷺ کی سیرت پر تقاریر بھی ہوئیں۔ بہر حال وہ آپ لوگوں کے علم میں اضافے اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہر کوئی ان باتوں کو جو سنی گئی ہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کرے۔

اس مغربی معاشرے میں رہتے ہوئے، جہاں ہر قسم کی آزادی ہے، انصار اللہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ جہاں آپکو اپنے بچوں کی طرف، اپنے گھروں کی طرف توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے، بیوی کی طرف بھی توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔ بیوی سے اگر حسنِ سلوک ہوگا تو وہ یکسوئی سے آپکے بچوں کی صحیح تربیت کی طرف توجہ کرے گی۔ ورنہ تو وہ بچوں کی تربیت کی بجائے گھر میں ہر وقت ان بچوں کے سامنے ایسے خاوند، ایسے باپ جو صحیح طرح اپنے بیوی بچوں کی طرف توجہ نہیں دیتے، ان کے رویّوں کا ذکر ہی ہوتا رہے گا، ان کی شکائتیں ہی ہوتی رہیں گی۔ بچے اور ماں ایک دوسرے سے اپنے باپوں کے بارے میں رونے ہی روتے رہیں گے۔ اور پھر ایسی صورت کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپکے بچے آپ سے پیچھے ہٹتے چلے جائیں گے۔ چالیس سال کی عمر کے انصار جو ہیں ان کے بچے ابھی چھوٹی عمر کے ہوتے ہیں، اس سے بڑی عمر کے انصار ہیں ان کے بچوں کی نوجوانی میں شادیاں ہو گئیں، ان کے آگے بچے ہیں، تو ہر عمر کے انصار کے گھر کا جو ماحول ہے، اس میں اگر اس کا رویّہ اپنے گھر والوں سے ٹھیک نہیں تو وہ بعض دفعہ ٹھوکر کا باعث بن سکتا ہے۔ اور پھر آپ سے جب پرے ہٹیں گے تو پھر دین سے بھی پرے ہٹتے چلے جائیں گے۔

اگر بچوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ ہمارا باپ یا ہمارا دادا یا ہمارا نانا دین کے بڑے خدمت گاروں میں شمار ہوتا ہے لیکن گھر کے اندر وہ اعلیٰ اخلاق جو ایک دیندار کے اندر ہونے چاہیں ان کا اظہار نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے جو نظارے ان بزرگوں میں نظر آنے چاہئیں وہ نظر نہیں آتے، تلاوتِ قرآن کریم کی طرف توجہ جس طرح ہونی چاہئے وہ توجہ نہیں ہوتی۔ پھر بچے یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہماری ماں کے ساتھ جو حسنِ سلوک اس گھر میں ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا تو باہر جا کر جس دین کی خدمت کا ایسا شخص نعرہ لگاتا ہے بچے کے ذہن میں یہی رہے گا کہ وہ سب ڈھکوسلہ ہے۔ تو پھر جیسا کہ میں نے کہا ایسے بچے دین سے بھی دُور ہو جاتے ہیں۔ اور معاشرے میں اس ماحول میں شیطان تو پہلے ہی اس طاق میں بیٹھا ہوا ہے کہ کب کوئی ایسی ذہنی کیفیت والا نظر آئے اور کب میں اس کو اپنے جال میں پھنساؤں۔ پھر ایسے بچے بگڑتے ہوئے جب شیطان اپنے جالوں میں ان کو پھنسا لیتا ہے تو بعض اوقات خدا کی ذات کے بھی انکاری ہو جاتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پہ بھی یقین نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے خدا کے نام پر اپنے باپوں کو اپنے بزرگوں کو دوہرے معیار قائم کرتے دیکھا ہوتا ہے، دو عملی کرتے ہوئے دیکھا ہوتا ہے۔ جب ان کے بچوں کے ذہن میں شیطان یہ بات ڈال دے کہ اگر خدا ہوتا تو تمہارا باپ جو یہ دو عملیاں کر رہا ہے اس کو پکڑ نہ لیتا۔ تو دیکھیں اس کے بڑے بھیانک نتائج

سامنے آسکتے ہیں اگر انسان سوچے تو خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر احمدی کو اور خاص طور پر انصاراللہ کو جو عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں اب صحت مزید کمزور ہونی ہے، قویٰ جو ہیں مزید کمزور ہونے ہیں اور کچھ ایسی عمر کو بھی ہیں، پتہ تو نہ جوان کا ہے نہ بچے کا، لیکن کسی وقت بھی خدا کی طرف سے بلاوا آسکتا ہے۔ تو اگر ہم نے اب بھی اپنے رویّوں کو بدلنے کی کوشش نہ کی، **اگر اب بھی ہم نے اپنے گھر کے راعی بننے کا حق ادا نہ کیا، اگر اب بھی ہم نے ان کی نگرانی اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو مرنے کے بعد خداتعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔** اللہ تعالیٰ کے حضور جب حاضر ہوں گے تو خداتعالیٰ پوچھے گا نہیں کہ تم نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ نحن انصار اللہ، ہم اللہ کے انصار ہیں۔ کیا اللہ کے انصار ایسے ہوتے ہیں۔ تم اللہ تعالےٰ کے کاموں میں مددگار بننے کی بجائے اپنی اولادوں کو بھی اللہ تعالےٰ سے دور ہٹانے والے بن رہے ہو۔ جب تمہارے اپنے گھروں میں تربیت کی طرف پوری توجہ نہیں بلکہ تمہارے نمونہ کی وجہ سے تمہاری اولادوں میں نمازوں کی عادت نہیں پڑی، تمہاری اولادوں میں قرآن کریم پڑھنے کی عادت نہیں پڑی، تمہاری اولادوں میں دین کی غیرت نہیں ابھری، ایسی غیرت کہ وہ نوجوانی میں بھی اپنی ذاتی اناؤں اور ذاتی خواہشات کو قربان کرنے والے ہوں۔ اگر تمہاری بیوی، تمہاری بہو، تمہارے حسن سلوک اور عبادت گزاری کی گواہی نہیں دیتیں تو صرف مختلف مواقع پر یہ اعلان کر دینا کہ نحن انصار اللہ، اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اللہ کی مدد کیا ہے۔ آجکل یہ کیا طریقہ ہے جس سے ہم اللہ کی مدد کر سکتے ہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ کی مدد گولے چلانا ہے، کیا اللہ تعالےٰ کی مدد کے لئے توپوں اور بندوقوں سے جنگ کرنا ہے؟ نہیں، بلکہ آج انصار اللہ، اللہ کے مددگاروں کا یہ کام ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور حسن سلوک کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں۔ ان کے گھروں سے ان کے ان اعلیٰ معیاروں کی خوشبوئیں اٹھتی ہوں، ان کے ماحول سے ان کے ان اعلیٰ معیاروں کی خوشبوئیں اٹھتی ہوں تبھی وہ پورے معاشرے میں اللہ کی مدد سے ان اعلیٰ معیاروں کی خوشبوئیں پھیلا سکتے ہیں۔ اللہ کو تو کسی بندے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ایک اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں کو دے رہا ہے کہ تم میری تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اگر اس دنیا میں زندگی گزارو گے اور تم میری تعلیم کو دنیا میں پھیلاؤ گے تو اس طرح تم میرے دین کی مدد کر رہے ہو گے۔

اگر خاموشی سے بھی، زبان سے کچھ کہے بغیر بھی تمہارے عملی نمونہ سے کسی کی اصلاح ہوتی ہے اور اس وجہ سے دوسرے کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت بڑھ رہی ہے تو یہ ایسے لوگ ہیں جو خاموشی سے بھی، کچھ کہے بغیر بھی انصار اللہ ہونے کا حق ادا کر رہے ہونگے۔ اللہ تو تمہیں محض اور محض اپنے فضل سے اپنے مددگاروں میں شمار کر رہا ہوگا کہ تم اس کے حکموں پر عمل کرنے والے ہو اور اس وجہ سے بعض سعید روحیں راہِ راست پر آرہی ہیں، تمہارے نمونہ کو دیکھ کر سیدھے راستے پر آرہی ہیں، ورنہ اللہ کو ہماری مدد کی کیا پرواہ ہے اور کیا ضرورت ہے۔ اس کو تو کوڑی کی بھی ضرورت نہیں ہماری ان مددوں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں اس زمانے میں بھی ہمارے پاس بے شمار مثالیں ہیں جن میں خداتعالےٰ نے براہ راست خوابوں کے ذریعے سے لوگوں کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ بعض ایسی ٹھوکریں انکی اصلاح کا باعث بن گئیں جن کی وجہ سے وہ جماعت میں شامل ہو گئے۔ پھر اگر جماعت کی ضروریات کا دیکھا جائے تو ایسے ایسے رنگ میں مالی ضروریات بھی اللہ تعالےٰ نے پوری فرمائیں جب بھی ضرورت ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی اور خلفاء کے زمانے میں بھی۔ اور ایسے لوگ جو اس طرح احمدی ہوئے وہ اپنے ایمانوں میں اکثر اوقات ان سے زیادہ مضبوط ہیں جتنا کہ پیدائشی احمدی ہیں۔ یہ واقعات اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ اس لئے دکھاتا ہے تاکہ ہمیں بتا سکے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جس مشن کو میں اپنے پیاروں کے ذریعے جاری کرتا ہوں اس کو پھیلانے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ یہ تو میں اپنے بندوں پر خود بھی ظاہر کر سکتا ہوں۔ ان کو راہ راست پر لانے کے طریقے اور بھی ہیں۔ اور اسی لئے وقتاً فوقتاً نمونے دکھاتا بھی رہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تاکہ تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ بندوں پر انحصار ہے اللہ تعالےٰ کے کاموں کا۔ تمہیں تو ثواب کا مستحق بنانے کے لئے، ان نیکیوں پر قائم رکھنے کے لئے، تمہیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے، تمہیں یہ موقع دیا ہے کہ اگر تم زمانے کے امام پر ایمان لائے ہو تو اس کے شکرانے کے طور پر اللہ تعالےٰ کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے اس کام میں میرے پیاروں کا ہاتھ بٹاؤ۔ جو تعلیم اس نے دی ہے اس پر عمل کرو اور اپنے نیک نمونے قائم کرو تاکہ تمہیں دنیا اور آخرت کے انعاموں کا وارث بنایا جائے۔ ورنہ خداتعالیٰ نے جو وعدے اپنے پیاروں سے کیے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے ان کو اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اگر فلاں شخص نے میری مدد نہ کی تو غلبہ کس طرح ہوگا۔ یا اگر فلاں حکومت نے مخالفت کی تو میرے کام کیسے آگے بڑھیں گے۔ میری جماعت کس طرح پھیلے گی، اگر چند لوگ وعدہ کر کے بھول

بھی جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی مدد کے لئے اور لوگ لے آتا ہے اور جماعت پیدا کر دیتا ہے۔ ظالم حکومتوں سے بھی خود نپٹ لیتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ وعدے کئے ہوئے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنی اس قدرت کا اظہار بھی کرتا رہتا ہے اور تقریباً ہر احمدی جس کا جماعت کے نظام سے پختہ تعلق ہے اس کو اس کا تجربہ ہے۔ بہت سارے مواقع پر یہ اظہار ہوتے رہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا تھا کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ کہ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات پر کامل یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سچے وعدوں والا ہے۔ وہ ضرور بضرور اپنے وعدوں کے مطابق مددگار بھیجتا رہے گا، دین کے خادم بھیجتا رہے گا، دین کی نصرت کرنے والے بھیجتا رہے گا۔ اور آج سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اس وعدہ کو پورا فرما رہا ہے اور آئندہ بھی فرمائے گا اور فرماتا چلا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ لیکن ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے اور اپنے عملوں کو درست کرتے ہوئے خدا سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ ہمارا بھی ان رجال میں شمار ہو جن کو خدا تعالیٰ قبول کرتے ہوئے مسیح موعود کے مددگاروں میں شامل کرے۔ **ورنہ اگر ہمارے عمل اس قابل نہیں، ہماری عبادتیں سوزوگداز سے بھری ہوئی نہیں، ہم اللہ کی نظر میں مقبول نہیں تو لاکھ ہم نحن انصار اللہ کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔** اور دوسرے لوگ آکر یہ مقام لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح قبول نہیں کرتا وہ تو یہی کہے گا کہ پہلے اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کرو، انسانی حقوق ادا کرو، پھر میرے دین کے مددگار کہلا سکتے ہو۔

پس ہر ایک کو ہم میں سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا نحن انصار اللہ کا نعرہ لگانے سے پہلے غور بھی کیا ہے کہ یہ کتنا گہرا اور وسیع نعرہ ہے۔ کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی اس کے لئے اور قربانیاں ہیں کیا، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کوئی جنگ، توپ، گولہ نہیں ہے، کسی گولے کے آگے کھڑا ہونا نہیں ہے، کسی توپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہونا نہیں ہے، تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہونا نہیں ہے۔ صحابہ کرام جو آنحضرت ﷺ کے صحابہ تھے ان کی طرح گردنیں کٹوانا نہیں ہے۔ ہاں یہ قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اکا دکا لے لیتا ہے۔ نمونے قائم رکھنے کے لئے اس طرح کرتا ہے۔ لیکن قربانی جو اس زمانے میں کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ اپنے معاشرہ کے حقوق ادا کرنے ہیں، اپنے مالوں کی قربانیاں دینی ہیں۔

پس انصار اللہ کا فرض بنتا ہے اور میں بار بار کہتا ہوں کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں، اپنے لئے، اپنی اولادوں کیلئے، اپنے معاشرہ کیلئے، دکھی انسانیت کیلئے، غلبۂ اسلام کیلئے ایک تڑپ سے دعا مانگیں۔ آخرت کی فکر اپنے دلوں میں پیدا کریں جب آخرت کی فکر زیادہ ہو گی تو معاشرہ کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ زیادہ ہو گی، قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس بارہ میں انصار اللہ نے پروگرام بھی بنالیا ہے اور میرا خطبہ بھی سن لیا ہے۔ قربانی کرتے ہوئے ہر ایک کا حق ادا کریں، اس کا حق اس کو دینے کی کوشش کریں۔ دوسروں کی برائیوں پر نظر رکھنے کی بجائے اپنی برائیوں کو دیکھیں تو پھر اصلاح بھی ہو گی اور اصلاح کی طرف توجہ بھی پیدا ہو گی۔ پھر مالی قربانیوں کی طرف توجہ کریں، اپنے عہدوں کو پورا کریں۔ آپ نے عہد کیا ہے کہ احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت کیلئے قربانی کرتا رہوں گا۔ یہ جو ابھی عہد دہرایا ہے، پس اس بارہ میں سوچیں، غور کریں کہ کہاں تک اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہاں تک اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کیا ہے۔

مَیں نے جلسہ کی تقریر کے دوران آخری دنوں میں انصار اللہ کے ذمہ بھی یہ لگایا تھا کہ وہ نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی طرف توجہ دیں، اس بارے میں بھی کوشش کریں۔ ایک بہت بڑی تعداد ہے جو صفِ دوم کے انصار پر مشتمل ہے۔ یاد رکھیں کہ آپ کی تلقین بھی تبھی کامیاب ہو گی، تبھی کارآمد ہو گی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس نظام میں بھی شامل ہوں گے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں شامل ہونے والوں کے لئے بہت دعائیں کی ہوئی ہیں۔ اور جس کو یہ دعائیں لگ جائیں اس کی دنیا بھی سنور جائے گی اور اس کی آخرت بھی سنور جائے گی۔ پس اس طرف بھی توجہ کریں۔ اور سب سے پہلے میں یہاں کہوں گا کہ **تمام عہدیداران جو ہیں ان کو اس نظام میں شامل ہونا چاہئے، نیشنل عاملہ سے لیکر نچلی سے نچلی سطح تک جو**

بھی عاملہ ہے اس کے لیول تک۔ ہر عاملہ کا ممبر اس نظام میں شامل ہو، تبھی وہ تلقین کرنے کے قابل بھی ہوگا۔

پس یہ طریق ہیں نصرت کے وعدے کو پورا کرنے کے، یہ طریق ہیں اپنے وعدے کو سچا کرنے کے اور یہ طریق ہیں اللہ تعالیٰ کی برکات اس کے نتیجے میں حاصل کرنے کے۔ اللہ تعالیٰ کے دین نے تو انشاء اللہ تعالیٰ غالب آنا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے جیسے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہاماً فرمایا تھا اور اتفاق یہ ہے کہ آج سے سو سال پہلے کا یہ الہام ہے۔ دو، تین اکتوبر کا کہ قَدْ جَآءَ الدِّيْنَ مِنَ النُّصْرَةِ ثُمَّ سَيَعُوْدُ مِنَ النُّصْرَةِ (تذکرہ، صفحہ ۵۲۰، مطبوعہ ۱۹۶۹ء، ربوہ) کہ دین پہلے بھی نصرت ہی سے غالب آیا تھا اب بھی دوبارہ وہ نصرت ہی کے ذریعہ سے غالب آئے گا۔ پس جہاں یہ الہام ہمیں یہ تسلی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں احمدیت کو بھی غلبہ عطا کروں گا اسی طرح جیسے پہلے اسلام کو غلبہ عطا ہوا تھا۔ کہیں کوئی کم عقل یہ نہ سمجھ لے کہ شائد میری کسی کوشش کی وجہ سے یا میرے کسی کام کی وجہ سے یا میرے کسی کارنامے کی وجہ سے، میری کسی قربانی کی وجہ سے غلبہ عطا ہو رہا ہے یا جماعت میں ترقی ہو رہی ہے۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سارے الہامات ہیں نصرت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ نے انصار بنا کر برکتیں سمیٹنے کا موقع دیا ہے۔ پس ان برکتوں کو اگر جاری رکھنا ہے، اپنی نسلوں کی اصلاح کی خواہش اگر آپ کو ہے اور تمنا ہے، تو عملی نمونے قائم کرنے ہونگے۔ گھروں میں بھی، ماحول میں بھی، معاشرہ میں بھی۔ عبادتوں کے بھی عملی نمونے، اعلیٰ اخلاق کے بھی عملی نمونے اور قربانی کے معیار کے بھی نمونے قائم کرنے ہوں گے۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ ہمیں انصار اللہ بنا کر اس ثواب کا مستحق بنا رہا ہے۔ ہمیں ان ترقیات میں، ہماری حقیر سی کوششوں کو قبول فرماتے ہوئے، شامل فرما رہا ہے جو جماعت کے لئے اس نے مقدر کی ہوئی ہیں۔ جس کا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب انصار کو حقیقی معنوں میں انصار اللہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خدا کرے کہ یہ غلبہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

ہمارے اعمال کی کمزوریاں کہیں ہمیں ان نظاروں کے دیکھنے سے محروم نہ کر دیں جس کے خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح سے وعدے کئے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "دنیا جائے گزشتنی و گزاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجالانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا"۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

"یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوششوں سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کیلئے بلاتا ہے۔ اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے۔ تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمتِ مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں، ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے......"۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: "تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت رحمتِ الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اس کے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں۔ ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ آسمان سے عجیب سلسلۂ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے پس میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے، ہلاک ہو جاؤ گے"۔ (یعنی دل میں اگر لاؤ گے)

(تبلیغ رسالت۔ جلد دہم۔ صفحہ ۵۴ تا ۵۶)

اللہ کرے کہ ہم حقیقی معنوں میں انصار اللہ بھی ہوں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات پر پورا اترنے والے ہوں اور ان تمام دعاؤں کے وارث ہوں جو آپ نے اپنی جماعت کے نیک لوگوں کیلئے کی ہیں۔ اللہ توفیق دے۔

مظہر حسنِ کامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

(ش۔ا۔شامی)

آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور روحانی فرزند سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بارہا رویاو کشوف کے ذریعہ آپؐ کے حسن و جمال کا نظارہ دکھایا گیا۔ آپؐ کے حسن و جمال نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا گرویدہ و شیفتہ بنالیا۔ آپؑ نے جس دلربا حسن کامل کا نظارہ کیا اس کا اظہار آپؑ کی نظم و نثر اور گفتگو اور عام معمولاتِ زندگی میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

از بنی آدم فزوں تر در جمال
و ز لآلی پاک تر در گوہرے

یعنی حضرت محمد ﷺ تمام بنی آدم سے بڑھ کر صاحبِ جمال ہیں اور آب و تاب میں موتیوں سے بھی زیادہ روشن ہیں (دیباچہ براہین احمدیہ)۔ صرف یہی نہیں کہ آپؐ اپنی ذات میں حسن و جمال کا مظہر کامل تھے بلکہ آپؐ کی قوت قدسی اس شان کی تھی کہ جو بھی آپؐ کے دیدار سے مشرف ہوا اور آپؐ کی مبارک ذات سے منسلک ہوا وہ خود بھی روشن ستارے کی مانند ہو گیا۔ اس امر کو حضرت مسیح موعودؑ نے یوں بیان فرمایا:

آں رخ فرخ کہ یک دیدار او
زشت رو را می کنند خوش منظرے

یعنی اس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اس کا ایک ہی جلوہ بدصورت کو حسین بنادیتا ہے (دیباچہ براہین احمدیہ)۔ اسی طرح کرامات الصادقین میں آپؑ نے اپنے آقا ﷺ کے حسن کو چودھویں کے چاند کی مانند بیان فرمایا:

بَدْرٌ مُنِیرٌ زَاھِرٌ　فی کل وصفٍ حُمِّدَا

یعنی آپؐ چودھویں کے چاند کی مانند ہیں اور ہر وصف میں تعریف کئے گئے ہیں۔

وہ خوش نصیب صحابہؓ جو آنحضرت ﷺ کے حسن کامل کے دیدار سے مشرف ہوئے انہوں نے بھی آپؐ کے چہرہ مبارک کو بدر کے چاند سے ہی تشبیہ دی ہے۔ سنن ترمذی میں حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت ﷺ کا حلیہ پوچھا کیونکہ ان کے متعلق مشہور تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا حلیہ بیان کرنے میں ماہر تھے۔ انہوں نے بتایا کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخما یتلا لاوجحہ تلا لا القمر لیلۃ البدر یعنی آنحضرت ﷺ بارعب اور وجیہہ صورت کے تھے اور آپؐ کا چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا جیسے بدر کی رات کا چاند۔

اسی طرح ایک اور صحابی سنن ترمذی میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب مطلع ابر آلود نہ تھا اور چاند نکلا ہوا تھا، مَیں کبھی آپؐ کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو۔ تو آپؐ مجھے چاند سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔

ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی روایت ہے کہ جب میں نے آپؐ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں جان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔ ایسے کتنے ہی خوش نصیب تھے جنہوں نے نور خدا کو آپؐ کے چہرہ مبارک میں منعکس دیکھا اور ان کے لئے ایسی کشش و جذب کا باعث بنا کہ ہمیشہ کے لئے آپؐ کے در پر خادموں کی طرح بیٹھ رہے۔

چہرہ مبارک:

ابو الطفیلؓ جنہوں نے 100 ہجری میں وفات پائی اور جنہیں آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سب سے زیادہ لمبی عمر پانے کی توفیق ملی وہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کا رنگ سفید اور ملاحت دار تھا یعنی ایسا سفید رنگ تھا جس میں نمک کی سرخی کی طرح سرخی جھلکتی تھی اس طرح کہ آپؐ کا رنگ نہ بہت سفید تھا اور نہ گندم گوں۔ اسی طرح روایات میں آتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن حارث سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا۔ آپؐ کے چہرہ مبارک پر ہر وقت ایک تبسم کی کیفیت طاری رہتی تھی، شرافت و عظمت کا نور چہرہ مبارک سے منعکس رہتا تھا اور ایک ہلکی سی مسکراہٹ اپنے پاکیزہ چہرے پر سجائے لوگوں سے ملتے تھے (صحیح مسلم)۔ آپؐ کے چہرہ مبارک میں ایک ایسی کشش تھی کہ ہزاروں جانثار عاشق صادق پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے آقاؐ کی رفاقت کے لئے اپنے وطنوں اور عزیز و اقارب کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔

مختلف روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کا سر بڑا اور پیشانی کشادہ تھی۔ ابرو لمبے باریک اور بھرے ہوئے تھے جو باہم ملے ہوئے نہ تھے بلکہ درمیان میں سفید سی جگہ نظر آتی تھی جو غصہ کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی۔ ناک پتلی اور کھڑی نظر آتی تھی۔ آنکھیں کالی اور خوبصورت تھیں۔ ہمیشہ نیم وا آنکھوں سے دیکھتے یعنی نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔ رخسار مبارک نرم اور ملائم تھے۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ دہانہ کشادہ تھا اور دانت سفید موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سردیوں کے دنوں میں جب بھی وحی اترتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ نکلتا۔ (صحیح مسلم)

یہاں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت درج کی جاتی ہے جو نہ صرف نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال پر روشنی ڈالتی ہے بلکہ شاہ دو عالم سرور کونین کی گھریلو زندگی کی سادگی اور منکسر المزاجی پر حرفِ آخر کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ اپنے جوتے کی مرمت کر رہے تھے اور مَیں روئی کات رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آنے لگ گیا اور اس پسینے سے نُور پھوٹ رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں اس پر مبہوت سی ہو کر رہ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: تم کیوں مبہوت ہو کر رہ گئی ہو؟ مَیں نے عرض کی: یارسول اللہ! مَیں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ آرہا ہے اور اس پسینہ سے نُور پھوٹ رہا ہے۔ اگر (عرب شاعر) ابوکبیر الھذلی آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو ضرور اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے شعر کے سب سے زیادہ مصداق آپؐ ہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! ابوکبیر الھذلی نے اس شعر میں کیا کہا ہے؟ عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے کہا کہ اس کا شعر اس طرح ہے:
جب مَیں نے اس کے چہرہ کے خدوخال کو دیکھا تو وہ اس طرح روشن ہوگئے جس طرح ایک گرجتے ہوئے بادل میں بجلی چمکتی ہے۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھوں میں جو کچھ تھا، اُسے رکھ دیا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: اے عائشہ! اللہ تجھے بہترین جزاء دے، میری طرف سے تجھے کبھی اتنی خوشی نہیں پہنچی جتنی تیری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔

قد و قامت:

آپؐ کی گردن لمبی اور قد درمیانہ اور متناسب تھا، نہ بہت طویل اور نہ بہت چھوٹا۔ آپؐ کا سینہ فراخ اور بدن چھریرا تھا، شکم اور سینہ ہموار تھے۔ جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے تھے، ہتھیلیاں چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی، انگلیاں لمبی اور سڈول تھیں۔ گویا آپؐ مردانہ وجاہت کا ایک بے نظیر نمونہ تھے۔ پشت مبارک پر کندھوں کے درمیان گوشت کا ایک حصہ ابھرا ہوا تھا جو مہرِ نبوت کے نام سے موسوم ہے۔

بال:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آپؐ کے بال بڑی حد تک سیدھے تھے نہ بہت گھنگریالے اور نہ بالکل سیدھے۔ سر کے بالوں کی مانگ نکالتے تھے۔ چھاتی اور پیٹ بالوں سے پاک تھے سوائے ایک باریک دھاری کے جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ ساٹھ سال کی عمر میں آپؐ کے سر اور ریش مبارک میں چند ایک سے زیادہ سفید بال نہ تھے جس کی وجہ سے آپؐ کو خضاب لگانے کی ضرورت نہ تھی (صحیح مسلم)۔

لباس:

لباس کے معاملہ میں کوئی تکلف نہ فرماتے تھے لیکن قرآن کریم کے حکم کے مطابق پردے اور زینت کی شرط کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔ عام طور سفید لباس مرغوب تھا مگر آپؐ نے سیاہ، سبز اور ارغوانی رنگ کے کپڑے بھی استعمال فرمائے۔ گویا لباس کا کوئی مخصوص رنگ نہ تھا۔ سادہ بے تکلف کھلے اور موٹے کپڑے استعمال فرماتے۔ لمبی آستین والا سلا ہوا کرتا پسند تھا۔ سرد موسم میں تنگ آستین والی روئی بھری صدری بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ لباس میں یمن کی دھاری دار چادریں بھی پسند تھیں۔ چمڑے کے کھلے ہوئے جوتے بھی استعمال فرماتے تھے۔ آپؐ کے پاس کمبل بھی تھے جن میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ ریشمی لباس کو آپؐ نے ناپسند فرمایا تھا (بخاری)۔

چال ڈھال:

چال ڈھال میں آپؐ سبک رفتار تھے، نیچی نگاہ کے ساتھ تیز رفتاری سے چلتے تھے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ زمین آپؐ کے لئے لپٹی جارہی ہے۔ ہم ساتھ چل کر تھک جاتے مگر آنحضرتؐ پر لگتا تھا کہ تھکاوٹ کا اثر نہ ہوتا تھا۔ چال ڈھال میں ایک خاص وقار نمایاں وصف تھا۔

خوراک و غذا:

جس طرح آپؐ لباس کے معاملہ میں تکلف پسند نہ فرماتے تھے اسی طرح خوراک اور غذا کے معاملہ میں بھی سادگی ایک وصفِ نمایاں تھا۔ جو میسّر آتا اسے بڑے شکر کے ساتھ کھا لیتے۔ عربی کھانا ثرید آپؐ کو پسند تھا۔ ثرید ایک ایسا کھانا ہے جس میں گندم کے ساتھ گوشت ملا ہوتا ہے۔ گندم اور جو کی ملی ہوئی روٹی استعمال کرتے تھے۔ گوشت میں دستی کا گوشت پسند تھا۔ سبزیوں میں کدو بھی پسند تھا۔ عرب کے حالات کے مطابق کھجور، انگور، ستو اور شہد، جو بھی میسّر ہوتا شوق سے کھا لیتے۔ اگر سالن نہ ہوتا تو سرکہ سے ہی روٹی کھا لیتے۔ بسا اوقات رات کے کھانے کے بجائے دودھ پر ہی گذارا کرنا پڑتا تھا۔ کھانا عام برتنوں میں کھاتے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پسند نہ فرماتے۔ کھانا بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے شروع کرتے اور ہمیشہ اپنے سامنے سے کھانا کھاتے۔ لہسن کو اس کی بو کی وجہ سے پسند نہ فرمایا کرتے۔

انداز گفتگو:

آپؐ بلا ضرورت بات کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ آپؐ کی گفتگو میں نہ تیزی تھی اور نہ تلخی بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا کر بہت نرمی اور وضاحت سے کلام فرماتے اس طرح کہ بات ذہن نشین ہو جاتی (بخاری)۔ غصے میں منہ پھیر لیتے خوش ہوتے تو تبسم کے ساتھ آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو آنحضرت ﷺ کے حسن و جمال سے پوری طرح باخبر تھے اور جنہیں خدا تعالیٰ نے اس حسن کامل کے دیدار کا جام لبالب پلایا تھا دیباچہ براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں:

یک نظر بہتر ز عمر جاوداں
گرفتد کس را برآں خوش پیکرے

یعنی ہمیشہ کی زندگی سے ایک نظر بہتر ہے اگر اس پیکر حسن پر پڑ جائے۔ ◎

سیدنا حضرت سلطان القلم مسیح موعود علیہ السلام کی 1904ء کی کتب کا مختصر تعارف

(ملك محمد اكرم)

۱۔ اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب

یہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک لیکچر ہے۔ جو ۳؍ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور، ہر مذہب وملّت وہر طبقہ کے مجمع کثیر میں، ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا۔ اس وقت کے اخبارات کے مطابق حاضرین کی تعداد دس بارہ ہزار سے بھی بڑھ کر تھی اور حدود جلسہ سے باہر جو ناظرین وسامعین تھے وہ اس سے زائد تھے۔

حضور علیہ السلام نے اس لیکچر (جس کا نام لیکچر لاہور بھی ہے) کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے بعد حکومت کا شکریہ ادا فرمایا کہ جس نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

"اے معزز سامعین! اس وقت میں ان مذہبوں کی نسبت جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور جہاں تک مجھے طاقت ہے میں تہذیب کی رعایت سے بات کرونگا تاہم میں جانتا ہوں کہ طبعاً بعض انسانوں کو ان سچائیوں کا سننا ناگوار معلوم ہوتا ہے جو ان کے عقیدہ اور مذہب کے مخالف ہوں۔ سو یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ اس فطرتی نفرت کو دُور کر سکوں۔ بہرحال میں سچائی کے بیان میں بھی ہر ایک صاحب سے معافی چاہتا ہوں۔"

بعد ازاں حضور علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی سے یہ راز آپؑ پر کھولا گیا ہے کہ وہ امر جو مختلف مذاہب اور فرقوں میں باعثِ اختلاف ہے وہ درحقیقت ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر انسانوں کے اندر سے قوت روحانیت اور خدا ترسی کم ہو گئی ہے اور وہ آسمانی نور جس کے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ قریباً بہت سے دلوں سے جاتا رہا ہے آپؑ نے فرمایا کہ سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن وجمال پر اطلاع پاکر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے معرفت الٰہی حاصل کرنے کے راستوں پر روشنی ڈالی اور فرمایا:

"پس اے پیارو! یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لئے معرفت تامہ کا محتاج ہے نہ کسی کفارہ کا...... پس جس کو معرفتِ کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ اس قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے"۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اسلام اور قرآن کریم کی خوبیاں اور اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ کا ذکر فرمایا جو کہ دیگر مذاہب سے عنقاء ہیں۔ جس کے بعد آپؑ نے عیسائیت کے عقائد بالخصوص کفارہ کے عقیدہ کا ردّ فرمایا اور اس عقیدہ کو نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم کے خلاف ثابت فرمایا۔

عیسائیت کے بعد آپؑ نے ہندو مذہب کے عقائد کا ذکر فرما کر ان کا غلط ہونا ثابت فرمایا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

"پس واضح ہو کہ آریہ صاحبوں کی وید مقدس نے سرے سے آئندہ زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ اور آسمانی نشانوں سے انکار کر دیا ہے۔ پس وید میں اس کامل تسلّی کو ڈھونڈنا کہ کسی کو أنا الموجود ہونے کی آواز آوے اور خدا دعاؤں کو سن کر اس کا جواب دیوے اور نشانوں کے ذریعہ سے اپنا چہرہ دکھلاوے، ایک عبث کوشش اور لاحاصل تلاش ہے"۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے آریہ مت کے عقائد پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور ان میں معرفت الٰہی حاصل کرنے کے وسائل کے فقدان کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا۔ نیز نیوگ کے مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے اسلامی پردہ کی اہمیت وافادیت بیان فرمائی۔ جس کے بعد آپؑ نے لوگوں کو خدا تعالیٰ کے قہری عذاب کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے فرمایا:

"اے دوستو! اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ سے علم دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اس کا باقی ہے۔ بہت خطرناک دن ہیں ...... پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔ یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق وفجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے۔ تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلد راضی کر لو...... تم خدا سے صلح کر لو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے۔ ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے

گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال"۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جس میں حضورؑ نے اپنے دعویٰ کی سچائی پر دلائل دیئے ہیں۔ اور ضرورتِ زمانہ پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ اور حالتِ زمانہ بیان فرما کر آپؑ نے بتایا کہ یہ زمانہ خود بار بار ایک مصلح اور مامور کو پکار رہا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے عقلی اور نقلی دلائل بیان فرمائے کہ یہی وہ زمانہ ہے جبکہ تمام بڑے مذاہب اس وقت مصلح اور مامور کے انتظار میں ہیں اور بعض پیشگوئیوں کا ذکر فرما کر اپنی صداقت ثابت فرمائی۔ نیز اپنے الہامات کا بھی ذکر فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدہا پیشگوئیوں میں سے چار کا بالخصوص ذکر فرمایا یعنی یہ کہ (۱) آپؑ اکیلے نہیں رہیں گے بلکہ اس سلسلہ میں لوگ فوج در فوج داخل ہونگے۔ (۲) مالی معاونت عطا ہوگی (۳) لوگ کوشش کریں گے کہ اس سلسلہ کو معدوم کردیں اور اس طور کو بجھادیں مگر وہ اس کوشش میں نامراد رہیں گے۔ (۴) چوتھی یہ کہ اس سلسلہ کے دو مرید شہید کئے جائیں گے چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن صاحبؓ اور صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ شہید ہوئے۔

۲۔ اسلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری کتاب جو ۱۹۰۴ء میں منصہ شہود پر آئی وہ لیکچر سیالکوٹ ہے جو ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو بمقام سیالکوٹ ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا۔ اور اس کا نام "اسلام" رکھا۔

حضور علیہ السلام نے اپنے اس لیکچر کے آغاز میں فرمایا کہ دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جاوے تو معلوم ہوگا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ در حقیقت وہ تمام مذاہب ابتداء سے جھوٹے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا تعالیٰ نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی اور وہ ایسے باغ کی طرح ہوگئے جس کا کوئی باغبان نہیں اور جس کی آبپاشی اور صفائی کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا۔ اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اس لئے اس نے ہر یک صدی پر اس باغ کی نئے سرے آبپاشی کی اور اس کو خشک ہونے سے بچایا۔ یہاں تک آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پاکر پھر اپنے عہد کو یاد فرمایا اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے گذشتہ بعض مذاہب کی ان غلطیوں اور غلط عقائد کو بیان فرمایا جو ابتداء میں ان مذاہب کا حصہ نہ تھے مگر اب ان مذاہب میں ان عقائد نے راہ پالی ہے اور مذاہب کا حصہ بن گئے۔ مثلاً عیسائیت میں "الوہیت مسیح" "کفارہ" "سؤر کا حلال ہونا" اور ختنہ کی منسوخی عقائد ایسے ہیں جن کا تورات میں بالکل ذکر نہیں۔ مگر عیسائیت کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس طرح ہندو مذہب کے عقائد میں "بت پرستی" "پیدائش مخلوقات میں خدا تعالیٰ کا مادہ کا محتاج ہونا" اور بعض ایسے عقائد جو انسانی پاکیزگی کے بھی مخالف ہیں، راہ پاگئے۔ اور یہ زمانہ ایک عظیم الشان مصلح کا محتاج تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ظہور پذیر ہوئے، آپؐ نے دنیا میں توحید کو قائم فرمایا اور بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا، پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔ اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کردیا۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کا ذکر فرمایا۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اپنی مشابہت کا تذکرہ فرمایا۔ بعدہٗ آخری زمانہ اور قرب قیامت کی نشانیوں کا ذکر فرمایا۔ اور آخری زمانہ کے تعلق میں پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر فرمایا۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی مشابہت ثابت فرمائی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت فرمائی اور "رفع" کی بالتفصیل تفسیر بیان فرمائی۔ نیز اپنی صداقت کی تائید میں بنی نوع انسان اور بالخصوص مسلمان قوم کو مخاطب کرکے فرمایا:

"اے وے لوگو! جن کو صبر اور تقویٰ کی تعلیم دی گئی تھی۔ تمہیں جلد بازی اور بدظنّی کس نے سکھلائی۔ کونسا نشان ہے جو خدا نے ظاہر نہ کیا۔ اور کونسی دلیل ہے جو خدا نے پیش نہ کی۔ مگر تم نے قبول نہ کیا۔ اور خدا کے حکموں کو دلیری سے ٹال دیا۔ مَیں اس زمانہ کے حیلہ گر لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں۔ وہ اُس مکّار سے مشابہہ ہیں کہ روز روشن میں آنکھیں بند کرکے کہتا ہے کہ سورج کہاں ہے۔ اے اپنے نفس کے دھوکہ دینے والے! اوّل اپنی آنکھ کھول۔ پھر تجھے سورج دکھلائی دیوے گا۔ خدا کے مرسل کو کافر کہنا سہل ہے مگر ایمان کی باریک راہوں میں اس کی پیروی کرنا مشکل ہے۔ خدا کے فرستادہ کو دجّال کہنا بہت آسان ہے مگر اس کی تعلیم کے موافق تنگ دروازہ میں سے داخل ہونا یہ دشوار امر ہے۔ ہر یک جو کہتا ہے کہ مجھے مسیح موعود کی پرواہ نہیں ہے اس کو ایمان کی پرواہ نہیں ہے"۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فلسفۂ دعا پر روشنی ڈالی اور فرمایا:

"دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کردیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ اور وہ خدا کے حضور کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے"۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ آپؑ کو عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے مسیح موعود اور ہندوؤں کے لئے کرشن بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں

کی اصلاح کے لئے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کیلئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کیلئے بطور اوتار کے ہوں"۔
اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بحیثیت بروز کرشن میں ہندوؤں کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرتا ہوں۔ پھر آپؑ نے ان کے غلط عقائد جو بعد میں ان کے مذہب میں راہ پاگئے ہیں سے آگاہ فرمایا اور ان سے منع فرمایا۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نجات کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ نجات پاکی پر منحصر ہے اور حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔

اوّل تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو، گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے۔ دوسری دعا کہ ہر وقت جنابِ الٰہی میں نالاں رہے تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا فرمائے۔ فرمایا:

"دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہوسکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پاسکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہوسکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے"۔

اور تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلائل بیان فرمائے۔ سب سے پہلے کسوف و خسوف کے نشانات کا تفصیلی ذکر کیا اور فرمایا کہ جب اس کی رحمت کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے باوجود لوگوں نے آپؑ کو نہ مانا تو ایک قہری نشان طاعون کے رنگ میں خداتعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ تب ہزاروں لوگوں نے بیعت کی۔

اس کے بعد حضورؑ نے انبیاء کی سچائی کو پرکھنے کے مندرجہ ذیل تین اصول بیان فرمائے۔

اوّل عقل، دوسرے پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں اور تیسرے نصرت الٰہی اور تائیدِ آسمانی۔ آپؑ نے آسمانی تائیدات میں سے الہام: "یأتِیكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ" کو پیش فرمایا اور بالخصوص اہالیان سیالکوٹ کو مخاطب کر کے فرمایا:

پس اے عزیزو! اگرچہ آپ کو یہ تو خبر نہیں کہ قادیان میں میرے پاس کس قدر لوگ آئے اور کیسی وضاحت سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ لیکن اسی شہر میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ میرے آنے پر میرے دیکھنے کے لئے ہزارہا مخلوقات اس شہر کی ہی اسٹیشن پر جمع ہوگئی تھی اور صدہا مردوں اور عورتوں نے اسی شہر میں بیعت کی اور میں وہی شخص ہوں جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے تخمیناً سات آٹھ سال پہلے اسی شہر میں قریباً سات برس رہ چکا تھا اور کسی کو مجھ سے تعلق نہ تھا اور نہ کوئی میرے حال سے واقف تھا۔ پس اب سوچو اور غور کرو کہ میری کتاب براہین احمدیہ میں اس شہرت اور رجوع خلائق سے چوبیس سال پہلے میری نسبت ایسے وقت میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ جبکہ میں لوگوں کی نظر میں کسی حساب میں نہ تھا...... کیونکہ میں اس وقت ایک گمنام آدمی تھا اور احد من الناس تھا اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی۔

مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی۔ اور کثرت میں وحدت تھی اور شہر میں مَیں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں۔ مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ مَیں اپنے اوائل زمانہ کی عمر سے ایک حصہ اِس میں گزار چکا ہوں اور شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب مَیں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخرکار یہ عروج ہوگا کہ لاکھوں لوگ اُس کے تابع اور مرید ہوجائیں گے اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے۔ اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا بلکہ اس قدر لوگوں کو کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے! اور کیا ایسی پیشگوئی کوئی مکّار کر سکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بیکسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے"۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض نادان جن کو حق کا قبول کرنا منظور ہی نہیں، وہ ثابت شدہ نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے ...... اور وہ ایک دو پیشگوئیوں پر اعتراض کر کے باقی ہزارہا پیشگوئیوں اور کھلے کھلے نشانوں پر خاک ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے آتھم کی مدت میں تاخیر اور احمد بیگ والی پیشگوئی کی تفصیل بیان فرمائی اور ان پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات ارشاد فرمائے۔

آخر پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں دعا کی کہ:

"ہم جناب الٰہی میں دُعا کرتے ہیں کہ اس تقریر کو بہتوں کے لئے موجبِ ہدایت کرے اور جیسا کہ اس مجمع میں ظاہری اجتماع نظر آرہا ہے ایسا ہی تمام دلوں میں ہدایت کے سِلسلہ میں باہم ربط اور محبت پیدا کردے اور ہرایک طرف کی ہوا چلادے۔ بغیر آسمانی روشنی کے آنکھیں کچھ نہیں دیکھ سکتیں سو خدا آسمان سے روشنی کو نازل کرے تا آنکھیں دیکھ سکیں اور غیب سے ہوا پیدا کرے تا کان سُنیں۔ کون ہے جو ہماری طرف آسکتا ہے مگر وہی جس کو خدا ہماری طرف کھینچے۔ وہ بہتوں کو کھینچ رہا ہے اور کھینچے گا۔ اور کئی قفل توڑے گا۔"

کتاب کے آخر پر ایک عظیم الشان نظم درج ہے جس کا آخری شعر یہ ہے:

جانم فدا شود برہ دین مصطفی
ایں است کام دل اگر آئید میّسرم

برف کا آدمی

(ڈاکٹر شمیم احمد)

آسٹریا اور اٹلی کے درمیان ایک پہاڑی سلسلہ واقع ہے جو اوٹزٹیلر آلپس Otztaler Aplse کے نام سے موسوم ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ عام طور پر سارا سال برف سے ڈھکا رہتا ہے اور مہم جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ اس پہاڑی سلسلہ میں ایک جرمن جوڑے جن کا نام ہیلمٹ سائمن اور اریکا سائمن تھا 19 ستمبر 1991 کو ایک مہم کے دوران ایک لاش برف میں دبی ہوئی ملی جو منہ کے بل پڑی ہوئی تھی۔ دونوں میاں بیوی کا خیال تھا کہ یہ لاش کسی بدنصیب مہم جو کی ہوگی جو برف میں دب کر مر گیا ہوگا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض مہم جو برفانی طوفان اور برفانی تودوں کے پھسلنے کے نتیجہ میں برف میں دب کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور ان کی لاشیں حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ برف میں دبی ایسی لاشیں عام طور پر گلنے سڑنے سے محفوظ رہتی ہیں اور اب تک کئی ایسی لاشیں دریافت کی جا چکی ہیں۔ دونوں میاں بیوی کو اس بات کا احساس تھا پھر بھی دونوں اس لاش کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ ہیلمٹ سائمن اس کی تصاویر بنانا چاہتا تھا مگر اس کی بیوی نے اسے منع کیا اس لئے وہ صرف ایک ہی تصویر بنا سکا۔

پہاڑ سے نیچے اتر کر انہوں نے حکام کو مطلع کیا اور یہ خیال کر کے کہ یہ ایک عام لاش ہوگی اپنے ہوٹل میں چلے گئے۔ جب حکام جائے وقوع پر پہنچے تو ان کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ ایک عام لاش ہوگی کیونکہ چند ہفتے پیشتر انہوں نے ایک جوڑے کی لاشیں برف سے نکالی تھیں جو 1934 میں ان برفانی پہاڑوں میں لاپتہ ہو گئے تھے اور کبھی لوٹ کر واپس نہیں آئے تھے۔ پولیس نے بھی ہیلمٹ سائمن کی طرح اس دریافت ہونے والی لاش کو کسی مہم جو کی لاش ہی سمجھا اس لئے اسے برف سے نکالنے کے لئے کوئی خاص احتیاط نہیں کی۔ ایک پولیس آفیسر نے ڈرل کے ساتھ برف کاٹنے کی کوشش میں لاش کے کولہے کے جوڑ میں سوراخ کر دیا۔ لاش کو اس کے کپڑوں سے پکڑ کر نکالنے کی کوشش میں اس کے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ لاش جب بالآخر برف سے نکالی گئی تو اسے کفن میں رکھنے کے عمل میں اس کے بازو کی ایک ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔

لاش کی اہمیت:

آخر کار لاش کو آسٹریا کے قریبی شہر انزبروک لے جایا گیا اور فوٹو گرافروں کو اس کی تصاویر بنانے کا موقعہ ملا۔ جب لاش کا تفصیلی معائنہ کیا گیا تو اس سے ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ یہ لاش ایک غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی اور کم از کم 3300 سال قبل مسیح کی تھی یعنی 5300 سال پرانی تھی اور دنیا کی قدیم ترین لاش تھی جو برف میں دبی دریافت ہوئی اور جس کا بدن تقریباً کامل طور پر محفوظ رہا تھا۔ کچھ عرصہ تک یہ لاش آسٹریا میں رکھی گئی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ لاش دراصل اٹلی کی ملکیت ہے کیونکہ جس جگہ سے لاش ملی تھی وہ پہاڑی جگہ اٹلی کا حصہ ہے۔ اس کے بعد لاش کو رکھنے کے لئے اٹلی کی حکومت نے اپنے شہر Bolzano میں ایک بیش قیمت عجائب گھر بنایا جو میلان سے شمال کی طرف تین گھنٹوں کی مسافت پر یا آسٹریا کے شہر انزبروک سے نوے منٹ کے سفر پر جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس لاش کو اس کی دریافت کی جگہ کی مناسبت سے اوٹزی Otzi کا نام دیا گیا۔ اب تک اس پر بے شمار مضامین اور کتب لکھی جا چکی ہیں۔ یہ مضمون ان سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔

اٹلی کے جس عجائب گھر میں اوٹزی کو رکھا گیا ہے اس میں اس کے لئے ایک خاص برفانی گھر بنایا گیا ہے جس کا درجہ حرارت اور رطوبت کی مقدار ایک خاص حد تک رکھی گئی ہے تاکہ لاش اپنی دریافت شدہ حالت میں محفوظ رکھی جا سکے۔ سارا نظام ایک الیکٹرونک ترازو کے ساتھ منسلک ہے تاکہ ہر وقت لاش کے وزن کو رطوبت کے ذریعہ برقرار رکھا جا سکے اور لاش میں کوئی ایسی تبدیلی واقع نہ ہو جس سے اس کے گلنے سڑنے کا اندیشہ ہو۔ اس لاش کو اٹلی کے عجائب گھر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

لاش کا تجزیہ:

لاش کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے اور بہت سے ملکوں کے سائنسدان اور مختلف ماہرین نے اس پر ریسرچ کی ہے۔ ایکسرے، کاربن ڈیٹنگ، کیمیائی تجزیہ، خوردبینی معائنہ اور اور دیگر بہت سے امتحانات سے گذارا گیا ہے۔ کاربن ڈیٹنگ (جس سے معلوم کیا جاتا ہے کہ کسی چیز کی کتنی عمر ہے اور کتنی پرانی ہے) سے حتماً ثابت ہوا ہے کہ وہ کم از کم 5300 سال پرانا آدمی ہے۔ کیمیائی تجزیات نے ایک بہت اہم مسئلہ حل کر دیا کہ وہ کس ملک کا باشندہ تھا اور اب اس کی لاش کس کی ملکیت ہونی چاہئے۔ اس کی دریافت کے بعد سے اٹلی اور آسٹریا کے درمیان ایک کشمکش چلی آ رہی تھی کہ وہ کس کی ملکیت ہے۔ دونوں ملکوں کا دعویٰ تھا کہ لاش ان کے ملک کی ملکیت ہونی چاہئے۔ بالآخر دانتوں، ہڈیوں اور آنتوں سے حاصل کئے گئے مواد کے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ ان میں جو دھاتی مادے اور کیمیائی مواد پائے گئے ہیں وہ بالکل ویسے تھے جو اٹلی کے شمالی پہاڑی علاقوں میں پائے جاتے ہیں اور آسٹریا میں نہیں ملتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دراصل اٹلی کا ہی باشندہ تھا اس لئے اسے اٹلی کی حکومت کے حوالے کر دیا گیا۔

مختلف تجزیات سے معلوم ہوا کہ وہ 5300 سال پرانا آدمی ہے اور موت

کے وقت اس کی عمر چالیس سال کے قریب ہوگی۔ اس کا قد پانچ فٹ چار انچ کے قریب ہے۔ اس کے جسم پر بے شمار کدوانے کے نقوش موجود تھے۔ اس کے لباس کے بہت سے حصے محفوظ ملے ہیں اور اس کی لاش کے پاس تانبے کی بنی ہوئی کلہاڑی، ایک چاقو اور تیر کمان بھی پائے گئے ہیں۔ اس کے سامان میں مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اور چقماق قسم کے پتھر بھی ایک تھیلے میں ملے ہیں جو غالباً آگ جلانے کے لئے رکھے گئے تھے۔ اس کی کلہاڑی ایک چٹان کے پاس کھڑی حالت میں پائی گئی۔ اس کا ہیٹ اس کے سر سے کچھ دُور گرا ہوا ملا تھا اور اس کی لاش منہ کے بل گری ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کلہاڑی کو خود پتھر کے سہارے کھڑا کیا ہوگا اور خود منہ کے بل گر گیا ہوگا اور اس کے بعد اس کے لئے وقت ہزار ہا سالوں کے لئے ساکت ہو کر رہ گیا ہوگا۔

تجزیہ کرنے والوں نے اس برف کا بھی معائنہ کیا جہاں سے اس کی لاش پائی گئی تو وہاں انہیں پودوں کے زرِ گل (Pollens) ملے ہیں جو ایسے پودوں کے ہیں جو خزاں کے موسم میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے خیال کیا گیا کہ اس کی موت خزاں کے موسم میں ہوئی ہوگی۔ بعد میں اس کی آنتوں میں پائے جانے والے مواد کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ اس میں بعض ایسے زرِ گل پائے گئے ہیں جو صرف موسمِ بہار میں پائے جاتے ہیں جس سے یہ بھی خیال ظاہر کیا گیا کہ غالباً اس کی موت خزاں کے بجائے موسم بہار میں ہوئی ہوگی۔

لباس کا تجزیہ:

اس کے لباس کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ اس نے چمڑے کی بنیان پہنی ہوئی تھی جو پالتو بکری کی کھال سے بنائی گئی تھی۔ اسی طرح اس کی قمیص کھال کے بہت سے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی ہوگی۔ لگتا ہے کہ اس کی قمیص بازوؤں والی تھی اور اتنی لمبی تھی کہ اس کے گھٹنوں تک آتی ہوگی۔ لباس کے اوپر ایک کوٹ یا چغہ قسم کی چیز بھی پہنی ہوئی تھی جو گھانس پھونس سے بُنی ہوئی تھی اور آگے سے کھلی تھی اور اسے بند کرنے کے لئے چمڑے کی چھ فٹ لمبی پٹی استعمال کی گئی تھی۔ اس کے سر کی ٹوپی ریچھ کی کھال اور گھانس پھونس سے بنی ہوئی تھی۔ ٹانگوں پر بکری کی کھال سے بنی ہوئی پتلون قسم کا جامہ تھا۔ اس کے جوتوں کا تلوا ریچھ کی کھال کا اور اوپر کا حصہ ہرن کی کھال کا بنا ہوا تھا۔ جوتوں کے اندر گھانس پھونس اس طرح ڈالی گئی تھی کہ پاؤں گرم رہ سکیں۔ لاش کے پائے جانے کے وقت اس کے دائیں پاؤں پر جوتا موجود تھا۔

اس کے پاس ایک تھیلا بھی ملا ہے جس میں کچھ جڑی بوٹیاں اور چقماق پایا گیا ہے۔ بعض تجزیہ کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ جڑی بوٹیاں بطور ادویات استعمال ہوتی ہوں گی کیونکہ اب معلوم ہوا کہ ایک جڑی بوٹی آنتوں کی بیماری کے لئے اور دوسری انفیکشن کی روک تھام کے لئے استعمال ہوتی ہوگی۔ اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملی ہے کہ اس کی آنتوں سے حاصل کردہ مواد سے معلوم ہوا کہ اس کی آنتوں میں کیڑے پائے گئے ہیں اور نیز کہ وہ جوڑوں کی درد میں مبتلا تھا۔

اس کی رہائش:

مختلف ریسرچ کرنے والوں نے اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ وہ کس جگہ رہائش پذیر تھا۔ اس ساری ریسرچ کا نچوڑ یہ ہے کہ وہ غالباً Bolzano شہر کے قریب ایک وادی میں یا اس کے پاس ایک گاؤں میں جس کا نام کیتھرینا برگ ہے رہتا ہوگا۔ کیتھرینا برگ آج بھی ایک چھوٹے سے گاؤں کی صورت میں موجود ہے اور بے حد خوبصورت اور قابلِ دید جگہ ہے۔ اوٹزی کی آنتوں میں پائے جانے والے زرِ گل سے معلوم ہوا ہے کہ یہ صرف کیتھرینا برگ کے آس پاس پائے جانے والے پودوں میں موجود ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ شمال میں نہیں پائے جاتے جس کا مطلب ہے کہ غالباً پہاڑ پر جانے سے قبل وہ لازمی کیتھرینا برگ میں رہا ہوگا اور وہاں سے کسی چشمے سے پانی پیا ہوگا جس میں پودوں کے زرِ گل موجود ہوں گے۔ لیکن یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ وہ کیوں وادی کو چھوڑ کر پہاڑ کی بلندی کی طرف روانہ ہو گیا تھا اور کن حالات میں وہ برفانی پہاڑ پر پہنچ گیا جو سطح سمندر سے کم از کم دس ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

آخری کھانا:

اوٹزی کی آنتوں میں سے جو مواد حاصل کیا گیا ہے اس کے تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے اپنی موت سے قبل کم از کم آٹھ گھنٹے قبل کھانا کھایا تھا۔ اس کے کھانے میں گندم سے بنی ہوئی ایک قسم کی روٹی شامل تھی اور اس نے کوئی سبزی بھی استعمال کی ہوگی۔ اس بات کا بھی ثبوت ملا ہے کہ اس نے ہرن کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ گوشت کے ریشوں کا ثبوت بھی ملا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا کھانا پروٹین اور نشاستہ دار چیزوں پر مشتمل ہوگا۔ اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ گندم کے دانوں کو پیس کر روٹی بنائی گئی ہوگی کیونکہ گندم کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اسے ثابت نہیں چبایا گیا تھا بلکہ پیس کر استعمال کیا گیا ہوگا۔ اس کی آنتوں اور کپڑوں سے جو زرِ گل (Pollens) ملے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق یا کم از کم اس کے آخری دن کسی کاشتکار کمیونٹی کے ساتھ رہے ہوں گے۔ اس کے بالوں کے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ ان میں تانبے اور آرسینک کی کافی مقدار موجود تھی جس ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً اس کا پیشہ تانبے کی چیزیں بنانے کا ہوگا۔

موت کی وجوہات:

لاش کی دریافت کے بعد شروع میں یہ خیال کیا گیا تھا کہ اس کی موت شدید سردی کی وجہ سے ہوئی ہوگی۔ مگر وہ کیوں اتنی شدید سردی اور نامناسب حالات میں اتنی بلندی پر چلا گیا تھا اس کا کوئی حل نہیں مل رہا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اس کی لاش کا مزید تفصیلی معائنہ کیا گیا اور اس کے جسم کے مختلف حصوں کے ایکسرے کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اس کی تین پسلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں جو موت سے قبل ٹوٹی تھیں۔ اس کے کندھے میں ایک تیر کا سرا ابھی موجود تھا

نیز اس کے کپڑوں پر خون کے آثار بھی پائے گئے تھے۔اس کے دائیں ہاتھ میں خنجر سے لگا ہوا ایک زخم بھی موجود تھا۔اس سنسنی خیز انکشاف سے بہت سے سائنس دانوں نے دوبارہ اس کے جسم سے حاصل کردہ خون، کپڑوں پر خون، اور کلہاڑی پر خون کے ڈی این اے کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ کم از کم چار مختلف آدمیوں کے خون کے آثار پائے جاتے ہیں جس سے خیال ہوا کہ وہ برف میں دبنے سے نہیں مرا بلکہ اس پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہوگا اور اسے زخمی حالت میں وہاں چھوڑ دیا گیا ہوگا تا کہ مر جائے۔

حملہ کی وجوہات پر بھی بہت ریسرچ ہوئی مگر کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ گڈریا ہوگا جس سے کسی نے اس کی بھیڑوں کا گلہ چھیننے کی کوشش کی ہوگی اور اس کشمکش میں وہ شدید زخمی ہو گیا ہوگا۔اس کے کندھے میں تیر کے معائنہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس کو تیر پیچھے سے مارا گیا تھا جس کا مطلب ہے کہ وہ جان بچا کر بھاگنے کی کوشش کر رہا ہوگا اور حملہ آوروں نے اسے تیر کا نشانہ بنا لیا ہوگا۔ بہر حال بہت ریسرچ کے باوجود ابھی تک کوئی حتمی نتیجہ سامنے نہیں آ سکا اور شائد یہ معمہ کبھی بھی حل نہ ہو سکے۔

پیسوں کا معاملہ:

ہیلمٹ سائمن اور اس کی بیوی اریکا سائمن جنہوں نے اس کی لاش دریافت کی تھی انہیں ایک وکیل نے مشورہ دیا کہ وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ اٹلی کی حکومت اس بات کو تسلیم کرے کہ وہ اوٹزی کی لاش کو دریافت کرنے والے ہیں اور اس دریافت کا سہرا اُن کے سر پر باندھا جائے۔ نیز اس دریافت کا انہیں سرکاری طور پر معاوضہ بھی دیا جائے۔اس پر انہوں نے اٹلی کی حکومت پر تین لاکھ ڈالر ادا کئے جانے کا دعویٰ درج کرا دیا۔ یاد رہے کہ اٹلی کی حکومت اوٹزی کی لاش کی نمائش میں سالانہ اڑھائی ملین ڈالر کی رقم کما رہی ہے کیونکہ دنیا بھر سے لوگ اس عجائب گھر میں اوٹزی کو دیکھنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اوٹزی کے نام اور تصویروں کے مختلف سووینیر بھی تیار کئے گئے ہیں جو ہاتھوں ہاتھ بک رہے ہیں۔

ایک عجیب اتفاق:

ہیلمٹ سائمن جو کہ ایک جرمن آدمی ہے اور اس کی عمر 67 سال کی ہے پہاڑی علاقوں میں بہت دلچسپی رکھنے والا انسان ہے اور مہم جوئی میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔18/ اکتوبر 2004ء کو وہ آسٹریا میں سالزبرگ میں اکیلا ایک پہاڑی مہم میں سات ہزار فٹ کی بلندی پر چلا گیا اور واپس نہیں آ سکا۔اس کی تلاش کی گئی ہے مگر وہ ابھی تک لاپتہ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ خود بھی انہیں حالات کا شکار ہو گیا ہے اور شدید سردی کے باعث ہلاک ہو گیا ہوگا۔ جرمنی اور آسٹریا کے اخبارات میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ شائد اوٹزی کی بد دعا اسے لے بیٹھی ہے اور ہیلمٹ بھی اوٹزی کی طرح موت کا شکار ہو گیا ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ یہ محض ایک عجیب اتفاق ہے۔

بقیہ از صفحہ ۲۱: **رپورٹ سالانہ اجتماع**

احمد صاحب نے برکات خلافت کے موضوعات پر تقاریر فرمائیں۔ مکرم امیر صاحب نے اپنے خطاب میں برکات خلافت پر مزید روشنی ڈالی۔ آٹھ بجے یہ سیشن ختم ہوا اور نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد دوسرے دن کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

اتوار کو اختتامی اجلاس میں حضور انور ایدہ اللہ بنفس نفیس تشریف لائے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور انور نے انصار کا عہد دہرایا۔ نظم کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ .U.K نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی جس کے بعد حضور انور نے علمی و ورزشی مقابلہ جات میں اوّل آنے والوں کو انعامات عطا فرمائے۔ امسال حسن کارکردگی کے لحاظ سے حلقہ South West اوّل آیا۔ حضور نے قائم مقام ناظم ساؤتھ ویسٹ ریجن منور احمد صاحب کو علم انعامی عطا فرمایا۔ اوّل آنے والی مجلس انصار اللہ لیوٹن کے زعیم محترم عبدالسمیع صاحب کو بھی شیلڈ عطا فرمائی۔ اسی طرح امسال انصار اللہ چیریٹی واک میں جمع ہونے والی رقم میں سے مبلغ 35,500 پاؤنڈز کا چیک حضور انور نے محترم سید احمد یحییٰ صاحب چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ کو عطا فرمایا۔

اس کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے انصار اللہ سے خطاب فرمایا۔ آپ نے انصار کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ یورپ کے مخصوص حالات میں اپنی اور اپنی نسلوں کی حفاظت کریں۔اس کے لئے نمازوں اور مسجد سے تعلق، تعلیم القرآن اور وصیت جیسے عظیم نظام سے منسلک ہونا ضروری ہے۔ حضور انور نے مرکزی مجلس عاملہ سے لے کر زعامت لیول تک تمام عہدیداران کو وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی۔ خطاب کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کروائی اور یہ نہایت بابرکت اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اجتماع کے دوران ڈاکٹروں کی ایک ٹیم موجود رہی جو انصار کا میڈیکل چیک اَپ (بشمول بلڈ پریشر اور آئی ٹیسٹ وغیرہ) بلا معاوضہ کرتی رہی۔

26/ ستمبر 2004ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے خطبہ فرمودہ 24/ ستمبر 2004ء کی روشنی میں قیادت تعلیم القرآن مجلس انصار اللہ نے ایک جائزہ فارم حاضرین میں تقسیم کیا۔اس میں روزانہ تلاوت کرنے والے، ترجمہ کی صلاحیت رکھنے والے، اسی طرح گھروں میں دیگر افراد کے لئے تلاوت قرآن کریم کرنے کا جائزہ لیا گیا۔ اسی طرح حضور کے خطبہ محولہ بالا کی آڈیو کیسٹس بھی حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔ جلسہ سالانہ 2004ء کے موقع پر حضور انور کے ارشاد بسلسلہ نظام وصیت کی روشنی میں اجتماع کے موقع پر حاضرین میں رسالہ "الوصیت" اور وصیت فارمز تقسیم کئے گئے۔

شعبہ ضیافت نے خدمت کے روایتی جذبہ سے مہمانوں کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجلس انصار اللہ .U.K کی ان حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور اجتماع کے دُور رس اور نیک اثرات پیدا فرمائے۔ آمین

قبولیت دعا

(چوھدری رشید احمد چھیدو)

آج سے تقریباً 45 سال پرانی بات ہے۔ دارالصدر شرقی ربوہ میں ہمارے ہمسائے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ، حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ، حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ، اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ جیسی عظیم ہستیاں رہتی تھیں۔

خاکسار نے 1959ء میں بی اے کا امتحان دیا۔ ایک طالب علم کے لئے یہ وقت خاص اہمیت رکھتا ہے۔ پہلے تیاری پھر امتحان اور نتیجہ کا انتظار، گویا یہی بات ذہن پر سوار ہوتی ہے کہ نہ معلوم اب کیا رزلٹ نکلے گا۔ اس دور میں ہر قسم کی کھیلوں میں دلچسپی تھی مگر کرکٹ کھیلنے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ پڑھائی کے مقابلہ پر ہمیشہ کھیل کو ترجیح دی۔ آخری دنوں میں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے۔ ربوہ کے اس پاکیزہ اور روحانی ماحول کا ایک خاص اثر یہ بھی تھا کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی تو پھر دعا کی طرف طبیعت مائل ہوتی کہ دعا ہی کامیابی کا راز ہے۔ میری تو کوئی خوبی نہ تھی محض اللہ کا فضل اور بزرگوں کی دعائیں تھیں کہ میں امتحان میں پاس تو ہو گیا لیکن محنت کی کمی اور کھیل میں زیادہ وقت گزارنے کی وجہ سے حسب معمول تھرڈ ڈویژن ہی ملی۔ ان حالات میں آگے پڑھنے کا پروگرام اور شدید خواہش کہ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کیا جائے، ناممکن سا لگتا تھا۔

اکثر نماز مغرب کے لئے مسجد مبارک جاتے ہوئے راستہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ملاقات ہوتی۔ اس روحانی مقناطیسی شخصیت کی شفقت اور محبت مسجد مبارک تک جانے اور بعد نماز حضرت میاں صاحب کے گھر تک نصیب ہوتی۔ یہ وہ حسین اور قیمتی یادیں ہیں۔ جن کا بیان چند الفاظ میں ممکن نہیں۔ اور اب اس کا احساس ہزاروں گنا زیادہ ہے۔ کاش کہ وہ لمحات ایک دفعہ زندگی میں پھر نصیب ہوں۔

بہر حال قبولیت دعا کے جس واقعہ کا ذکر مقصود ہے وہ آج بھی یاد کر کے حیرت ہوتی ہے اور ان بزرگ ہستیوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت میں کیسے کیسے عارف باللہ اور خدا کے پیارے تھے جن کو قبولیت دعا کا اعجاز دیا گیا تھا۔

ایک شام اپنے عزیز دوست و ہم جماعت صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب سے ملنے ان کے گھر جا رہا تھا کہ دروازہ پر ان کے والد بزرگوار حضرت مرزا عزیز احمد صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ سلام عرض کیا۔ میرا بازو پکڑ کر بڑے پیار سے کہنے لگے کہ اب (یعنی بی۔اے تو کر لیا ہے) آگے کیا کرنا ہے؟ اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ میاں صاحب! میری خواہش ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور میں سائیکالوجی میں داخلہ مل جائے تو ایم اے کر لوں۔ یہ سن کر چلتے چلتے رُک گئے اور بازو دبا کر فرمانے لگے کہ تھرڈ ڈویژن کے ساتھ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ ناممکن ہے۔ اگر مانو تو میں لاء کالج لاہور کے پرنسپل کے نام چٹھی لکھ دیتا ہوں اور لاء کر لو۔ یہ جانتے ہوئے کہ حضرت میاں صاحب چھوٹی موٹی نافرمانی کا برا نہیں منائیں گے۔ خاکسار نے جرأت کرتے ہوئے عرض کیا: "میاں صاحب ان پڑھ رہنا منظور ہے مگر وکیل نہیں بنوں گا"۔

حالانکہ ہماری جماعت میں تو بہت ہی کامیاب اور نہایت قابل وکیل ملتے ہیں جنہوں نے جماعت کے لئے اور عالم اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ اور دے رہے ہیں۔ میری مراد اس پیشہ کے خلاف نہ تھی نہ معلوم بعض دفعہ طبیعت کا میلان کسی اور طرف ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بات کہہ دی۔ خیر حضرت میاں صاحب سے بے تکلفانہ اپنی پہلی خواہش کا اظہار کر دیا کہ ایم۔اے سائیکالوجی گورنمنٹ کالج لاہور سے کرنے کا ارادہ ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا۔ مشکل ہے۔ میں نے اپنی اسی بے تکلفی اور ناسمجھی میں عرض کر دیا کہ میاں صاحب! آپ کے متعلق بہت سننے میں آیا ہے کہ آپ کی دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ اس لئے درخواست ہے کہ وعدہ کریں کہ دعا ضرور کریں گے۔ میں کل لاہور جا رہا ہوں اور داخلہ کے لئے کوشش کرنی ہے۔ دعا کی درخواست ہے اور میاں صاحب سے وعدہ لے کر لاہور پہنچا۔ گورنمنٹ کالج کے سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ کے لئے بمع ضروری سندات و سرٹیفکیٹ پیش کئے۔ دو دن کے بعد واپس آنے کو کہا گیا تا فیصلہ سنایا جائے۔ بس اس انتظار میں دل کی کیا کیفیت تھی۔ انگریزی میں کہتے ہیں: Only the wearer knows when the shoe pinches یعنی جن پر گزرتی ہے وہی جانتے ہیں۔

بس ایک طرف شدید خواہش اور دوسری طرف حقائق۔ حضرت میاں صاحب کا کہنا کہ "بڑا مشکل ہے، بلکہ ناممکن" میرے ذہن میں بار بار گھوم رہا تھا۔ اسی کشمکش میں وقت گزرا، دو دن کے بعد سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ میں حاضر ہوا۔ وہاں ایک بزرگ ہیڈ کلرک صاحب تھے بڑی اچھی طرح ملے اور بیٹھنے کو کہا۔ دوسرے امیدوار طلباء بھی موجود تھے اور آپس میں تعارف اور گفت و شنید ہو رہی تھی کہ کس کالج سے ہو، بی۔اے میں کونسی ڈویژن تھی وغیرہ، جھوٹ

بولنا احمدیوں کی گھٹی میں نہیں، سچ سچ بتادیتا کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ہوں اور بی۔اے میں تھرڈ ڈویژن، یہ سُن کر اکثر اسے مذاق سمجھتے کہ تھرڈ ڈویژن لی ہے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اس دوران دل سے دعا بھی نکل رہی تھی کہ خدایا تو ہی مدد کرنے والا ہے اور تیری مدد کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

اس دوران کچھ طلباء مکرم ڈاکٹر حمیدالدین صاحب (جو فلاسفی اور سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ تھے) کے ساتھ انٹرویو کے لئے ان کے کمرے میں جاچکے تھے۔ پھر خاکسار کی باری آئی۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی محترم ڈاکٹر صاحب کو سلام عرض کیا۔ جواب دینے کے بعد انہوں نے میز کے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ میرے کاغذات ان کے سامنے پڑے تھے۔ ان پر ایک نظر ڈالنے کے بعد بڑی سنجیدگی سے فرمانے لگے کہ " مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم ان کوائف کے ساتھ یہاں داخلے کی امید رکھتے ہو۔ میں تمہیں کس بناء پر داخلہ دوں۔ میٹرک سے لیکر بی اے تک مسلسل تھرڈ ڈویژن لی ہے۔ ہاں کھیلوں میں ضرور حصہ لیتے رہے ہو مگر سمجھ نہیں آتی کہ کیا کروں۔" دونوں ہاتھوں میں سَر رکھ کر کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا۔ تم کرکٹ کھیلتے ہو! نا! کیا گورنمنٹ کالج کی کرکٹ ٹیم کے لئے ٹیسٹ دوگے ؟ عرض کیا جی ضرور دونگا۔ اس پر انہوں نے ایک خط کرکٹ کیپٹن کے نام لکھ دیا اور کہا ان کو دے دینا وہ ٹیسٹ لینے کے بعد مجھے رپورٹ دیدیں۔ پھر داخلہ کا سوچیں گے۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اور ہلکی سی امید کی کرن نظر آنے لگی۔

تیار ہوکر شام کے وقت کالج کی کرکٹ گرونڈ میں مَیں پہنچا، دوسرے کھلاڑی نیٹ پریکٹس میں مصروف تھے۔ کیپٹن کا پوچھا۔ خوش قسمتی سے یہ میرے سکول کے زمانے کے کرکٹ کے ساتھی اور دوست تھے اور میرے کھیل کے معیار سے خوب واقف تھے۔ کہنے لگے اتنا عرصہ کہاں غائب رہے کبھی کسی میچ میں نظر نہیں آئے۔ اس پر میں نے کہا یہ لمبی داستان ہے پھر کبھی بیان کروں گا۔ اس وقت تو یہ خط آپ کو دینے آیا ہوں۔ خط پڑھتے ہی ایک خاص چمک ان کی آنکھوں میں نظر آئی اور مسکرا کر کہنے لگے کہ ٹیسٹ تو لے لوں گا مگر وعدہ کرو کہ کھیلنے ضرور آؤ گے۔ اگر یہاں نہیں تو پنجاب یونیورسٹی نیٹ پر آجایا کرنا۔ میں نے کہا کہ ابھی میں وعدہ نہیں کرسکتا۔ دیکھو یہ کرکٹ ہی کی وجہ سے تھرڈ ڈویژن لیتا رہا ہوں کہ یہ نوبت آئی۔ لہٰذا اس دفعہ یعنی ایم۔اے میں کوشش کرنی ہے کہ اپنا ریکارڈ توڑوں اور دل لگا کر پڑھائی کروں۔ اس لئے میرا ٹیسٹ لے لو اور رپورٹ ڈاکٹر حمید صاحب کو دیدو۔ کہنے لگے کہ میں ابھی رپورٹ لکھ دیتا ہوں، میرے ساتھ آؤ۔ غالباً میری کھیل کے بارہ میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمی لگتی تھی کہ ٹیسٹ وغیرہ کے بغیر ہی رپورٹ لکھ رہے ہیں۔

اگلے روز صبح رپورٹ لے کر جو کہ لفافہ بند تھی مکرم ڈاکٹر صاحب کے دفتر حاضر ہؤا۔ بزرگ ہیڈ کلرک صاحب نے کہا کہ آج جلد ہی باری آجائے گی۔ کیونکہ کسی اور کا انٹرویو نہیں ہے۔ بلانے پر اندر گیا اور خط پیش کیا۔ فرمانے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کرکٹ اچھی کھیلتے ہو۔ کپتان صاحب نے کالج کی ٹیم میں کھیلنے کے لئے سفارش کی ہے۔ دیکھو برخوردار دوسرے امیدوار جن کے پاس فرسٹ ڈویژن بھی ہے۔ میں نے ان کا ٹیسٹ لینا ہے۔ تمہارے لئے میں یہ کرسکتا ہوں کہ ٹیسٹ والی لسٹ میں تمہارا نام شامل کرلوں۔ کیا ٹیسٹ دینے کو تیار ہو۔ میں نے عرض کی کہ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ خاکسار حاضر ہے۔ کہنے لگے پرسوں ٹیسٹ ہے۔ آپ کا داخلہ اسی پر ہوگا۔

آخر کار اس ٹیسٹ کے لئے وقت مقررہ پر کالج حاضر ہوا۔ ٹیسٹ کا پرچہ دیکھا تو یقین نہ آیا۔ جو جواب دے سکتا تھا دیا۔ باقی ساری امیدیں دعا پر ہی تھیں۔ دو دن کے بعد کالج پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے کمرہ میں بلایا اور کہنے لگے " مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی۔ اصل امتحان میں تھرڈ ڈویژن اور اب تمہارے سامنے پرچہ ہے (میں نے سوچا اس میں بھی تھرڈ ڈویژن ہوگی) مگر اس میں تمہارے نمبر 98% ہیں۔ یہ کیا وجہ ہے۔

اس پر میں نے عرض کیا کہ اصل امتحان میں جن موضوعات کی خوب تیاری کی تھی وہ نہیں آئے۔ مگر ٹیسٹ میں آگئے ہیں لہٰذا جواب دینے میں اتنی دقت نہ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب مسکرا کر فرمانے لگے "اب تمہارا داخلہ نہیں روک سکتا"۔

اسی دن ربوہ چلا آیا۔ مغرب کی نماز کے وقت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ میں نے تمہارے لئے بہت دعا کی ہے۔ سناؤ داخلہ کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی۔ "میاں صاحب داخلہ مل گیا ہے۔" الحمد للہ الحمد للہ کہتے ہوئے میرا بازو پکڑ کر مسجد مبارک کی طرف چل پڑے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

اس دعا ہی کے نتیجہ میں خاکسار نے نہ صرف اپنا گزشتہ ریکارڈ توڑا بلکہ ریسرچ میں (جو کہ دو سال کے عرصہ میں کرنی ہوتی ہے خاکسار نے 6 ماہ میں مکمل کرلی اور) پنجاب یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ الحمد للہ

"میری خواہش ہے کہ ......۲۰۰۸ء میں جب نظام خلافت کے قیام پر سو سال پورے ہوں تو دنیا کے ہر ملک میں جماعت کے چندہ دہندگان میں سے کم از کم پچاس فیصد افراد ایسے ہوں جو نظام وصیت میں شامل ہوچکے ہوں"

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

مجلس انصار اللہ برطانیہ کے

سالانہ اجتماع کا کامیاب انعقاد

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت شمولیت اور خطاب

مجلس انصار اللہ برطانیہ کا روحانی وتربیتی سالانہ اجتماع امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے بتاریخ 24-25اور 26 ستمبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن منعقد ہوا۔

اجتماع کی تیاری کے لئے مکرم چوہدری رفیق احمد جاوید صاحب ناظم اعلیٰ اجتماع کی نگرانی میں ایک کمیٹی نے بڑی محنت سے جملہ انتظامات کئے۔

رجسٹریشن کا آغاز 24ر ستمبر کو نماز جمعہ کے بعد شروع ہوا اور پروگرام کا آغاز سات بجے شام تقریب پرچم کشائی سے ہوا۔ مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے لوائے احمدیت اور مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ نے مجلس انصار اللہ کا پرچم لہرایا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی۔

افتتاحی اجلاس جو تربیتی فورم پر مشتمل تھا سات بجے شام شروع ہوا۔ اجلاس کی صدارت مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ برطانیہ نے کی۔ اس اجلاس میں انصار کے علاوہ خدام اور اطفال بھی مدعو تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نظم سے ہوا۔ اس اجلاس میں مکرم مرزا عبدالحق صاحب سابق صوبائی امیر پنجاب بھی مہمان خصوصی کے طور پر تشریف لائے تھے۔ آپ نے اپنے خطاب میں تربیت اولاد اور توکل علی اللہ کے موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ یہ ایک مؤثر اور ایمان افروز خطاب تھا۔ مکرم امیر صاحب نے مکرم مرزا عبدالحق صاحب کے خطاب کے بڑے حصہ کو انگریزی میں احباب کے سامنے پیش کیا اور انصار اللہ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد انصار اللہ کی مجلس شوریٰ کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور عہد دہرانے سے ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت صدر صاحب مجلس انصار اللہ U.K. نے کی۔ امسال دو تجاویز زیر غور تھیں۔ پہلی تجویز شعبہ تربیت کی نماز باجماعت کے متعلق اور دوسری بجٹ انصار اللہ 2005ء کی صورت میں تھی۔ ان تجاویز پر تفصیلی غور کے لئے سب کمیٹیاں ممبران کے مشورہ سے بنائی گئیں۔ تربیتی کمیٹی کے صدر مکرم ڈاکٹر فرید احمد صاحب اور سیکرٹری قائد تربیت سید نصیر احمد شاہ صاحب تھے۔ سب کمیٹی مال کے صدر مکرم عبدالغفار عابد صاحب اور سیکرٹری قائد مال مکرم چوہدری ظہیر احمد صاحب تھے۔ سب کمیٹیوں کی رپورٹ پر بحث کے بعد یہ اجلاس رات ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

25اور 26 ستمبر ہفتہ اور اتوار کے روز کا آغاز نماز تہجد، فجر، درس قرآن کریم اور درس حدیث سے ہوتا رہا۔ ہفتہ کی صبح انصار اللہ کے علمی مقابلہ جات ہوئے جو اگلے روز بھی جاری رہے۔ ان مقابلوں میں تلاوت قرآن کریم، نظم اور فی البدیہہ تقاریر شامل تھیں۔

ہفتہ کے روز کا اہم پروگرام تبلیغ فورم تھا جو علمی مقابلہ جات کے بعد شروع ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے کی۔ مکرم شیخ رفیق احمد طاہر صاحب قائد تبلیغ نے مختلف حوالوں سے تبلیغ کی اہمیت کو بیان کیا۔ مکرم مولانا عبدالغفار احمد صاحب مربی سلسلہ نے قرآن کریم کی روشنی میں تبلیغ کی اہمیت بیان کی۔ مکرم ابرار شاہ صاحب نو مبائع نے اپنے قبول احمدیت کے ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ آخر پر مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد نے تبلیغ کے میدان میں دعا کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

ہفتہ کے روز بارش کی وجہ سے کھیلوں کا پروگرام محدود کرنا پڑا۔ والی بال، کلائی پکڑنے اور رسہ کشی کے مقابلے طاہر ہال میں منعقد ہوئے۔ اتوار کو قریبی کالج گراؤنڈ میں فٹبال، والی بال، رسہ کشی، گولہ پھینکنے اور دوڑ کے مقابلے ہوئے۔ والی بال اور کلائی پکڑنے اور رسہ کشی کے فائنل مقابلے ڈیڑھ بجے بعد دوپہر طاہر ہال میں منعقد ہوئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت تشریف لا کر ان مقابلوں کو دیکھا اور محظوظ ہوئے۔ مقابلہ جات کے بعد حضور انور نے از راہ شفقت انصار کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

ہفتہ کے روز نماز ظہر وعصر کے بعد مکرم مرزا نصیر احمد صاحب، مبلغ سلسلہ نے ذکر حبیب کے موضوع پر ایک تقریر فرمائی جس میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔ شام چھ بجے مختلف علمی تقاریر ہوئیں۔ اس نشست کی صدارت مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ برطانیہ نے کی۔ پہلی تقریر مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ نے کی۔ آپ نے الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کی روشنی میں انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ نیز گزشتہ سال کی رپورٹ کارگزاری بھی پیش کی۔

اس کے بعد مکرم اخلاق احمد انجم صاحب نے آنحضور ﷺ کی قوت قدسیہ پر مؤثر خطاب فرمایا۔ پھر مکرم ڈاکٹر نفیس حامد صاحب نے قوت قدسیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مکرم مرزا نصیر

بقیہ صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

"اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ باجماعت نمازوں کی طرف ابھی بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہوجائے تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی سالوں میں ہونے والی ترقیات کو دنوں میں واقع ہوتے دیکھیں گے۔"

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

اعزاز

☆ مکرم ڈاکٹر نفیس احمد صاحب آف برمنگھم نے F.R.C.S. کے امتحان میں Norman Dot Gold Medal in Neurosurgery حاصل کیا ہے۔ یہ اعزاز پانے والے وہ پہلے پاکستانی ہیں۔

☆ خیراتی ادارہ آداب کے چیف ایگزیکٹو، لارڈ چانسلر ایڈوائزری کمیٹی کے رکن اور جماعت احمدیہ بریڈفورڈ کے صدر عبدالباری ملک کو ۲؍دسمبر کو بریڈفورڈ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا ہے۔ یہ ڈگری اُن کی اُن خدمات کے اعتراف کے طور پر دی گئی ہے جو گزشتہ کئی برسوں سے برطانیہ میں بسنے والے ایشیائیوں کی حقوق کے لئے وہ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ہر پہلو سے مبارک فرمائے۔

انصارالدین

کیا آپ نے **انصارالدین** کا چندہ ادا کر دیا ہے؟

اس کی شرح صرف پانچ پاؤنڈ سالانہ ہے۔

براہِ کرم اپنے زعیم صاحب کو جلد ادائیگی کر دیں۔

نیز اپنے پتہ میں کسی بھی تبدیلی سے فوری طور پر مطلع فرمائیں۔

(مینیجر)

قلمی معاونت

رسالہ "انصارالدین" کیلئے تمام اہل علم حضرات سے قلمی معاونت کی درخواست ہے۔ آپ کسی بھی موضوع پر اپنا مضمون ہمیں ارسال کر سکتے ہیں لیکن یہ امور پیش نظر رکھیں۔

☆ یہ مضمون غیر مطبوعہ یا کسی مطبوعہ مضمون کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔

☆ ٹائپ شدہ ہو تو ڈسک پر یا ای میل کے ذریعہ بھی بھجوا جا سکتا ہے۔

☆ ہاتھ سے لکھے جانے کی صورت میں خوشخط اور صاف لکھنا ضروری ہے۔ کاٹ چھانٹ کئے ہوئے مضامین شائع نہیں کئے جاتے۔

☆ مکمل حوالہ جات تحریر کیجئے اور مضمون کی ایک نقل اپنے پاس بھی رکھیں کیونکہ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہیں کئے جاتے۔

تصحیح: گزشتہ شمارہ میں شامل اشاعت ایک مضمون بعنوان "خلافت احمدیہ اور یورپ میں دعوت الی اللہ" میں صفحہ ۱۵ پر رسالہ "مسلم ہیرلڈ" کی لندن سے اشاعت کے ذیل میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ۱۹۶۵ء سے لندن سے اس انگریزی ماہنامہ کی اشاعت شروع ہوئی۔ درست بات یہ ہے کہ رسالہ "مسلم ہیرلڈ" جنوری ۱۹۶۰ء میں لندن سے جاری کیا گیا تھا۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

انصار ڈائجسٹ

مرتبہ
ناصر پاشا

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ تحریرات اور مفید واقعات شامل اشاعت کئے جائیں گے جو قارئین خود لکھنا پسند فرمائیں یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے بھجوائیں۔ تحریر مختصر اور بحوالہ ہونی چاھئے۔ ھمارا پتہ ھے:

Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL.　　e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

کام کرنے کی بہترین عمر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بڑی عمر کے لوگوں کو ضرور یہ احساس اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ وہ شباب کی عمر میں سے گذر کر اب ایک ایسے حصہ عمر میں سے گذر رہے ہیں جس میں دماغ تو سوچنے کے لئے موجود ہوتا ہے مگر زیادہ عمر گذرنے کے بعد ہاتھ پاؤں محنت مشقت اور کام کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس کی وجہ سے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کاموں کے سرانجام کے لئے کچھ نوجوان سیکرٹری (چالیس سال کے اوپر کے مگر زیادہ عمر کے نہ ہوں) مقرر کریں جن کے ہاتھ پاؤں میں طاقت ہو اور وہ دوڑنے بھاگنے کا کام آسانی سے کر سکیں۔ تاکہ ان کے کاموں میں سستی اور غفلت کے آثار پیدا نہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اگر وہ چالیس سال سے پچپن سال کی عمر تک کے لوگوں پر نظر دوڑاتے تو انہیں ضرور اس عمر کے لوگوں میں سے ایسے لوگ مل جاتے جن کے ہاتھ پاؤں بھی ویسے ہی چلتے جیسے ان کے دماغ چلتے ہیں۔

یہ ایک الٰہی قدرت کا کرشمہ ہے کہ ایک زمانہ انسان پر ایسا آتا ہے جب اسکے جسمانی قویٰ تو نشوونما پاتے ہیں۔ مگر اسکے دماغی قویٰ ابھی پردہ میں ہوتے ہیں۔ ...... یہ زمانہ وہ ہوتا ہے جو پچیس سال سے چالیس سال تک کی عمر کا ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب جسم میں نشوو ارتقاء کی طاقت تو نہیں رہتی مگر اسے جو کمال حاصل ہو چکا ہوتا ہے وہ قائم رہتا ہے۔ ...... یہی وہ زمانہ ہے جس میں خداتعالیٰ عام طور پر نبیوں کو اصلاح خلق کے لئے کھڑا کیا کرتا ہے۔ گویا یہ زمانہ بلغ اشدہ کا زمانہ ہوتا ہے۔ طاقتیں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ پس جب میں نے انصار اللہ میں شمولیت کے لئے چالیس سال سے اوپر کی شرط رکھی تو اس کے معنے یہ تھے کہ کام کرنے کا بہترین زمانہ انہیں حاصل تھا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اکتوبر 1943ء بحوالہ الفضل 17 نومبر 1943ء)

"زہرہ" کا تاریخی سفر

جون ۲۰۰۴ء میں ہمارے نظام شمسی کا سیارہ زہرہ ۱۲۲ برس بعد ایک بار پھر اپنے مدار میں سورج اور زمین کے درمیان سے گزر گیا ہے۔ اس سے قبل یہ نظارہ ۱۸۸۲ء میں دیکھا گیا تھا۔ اس بار زہرہ ایک سیاہ دائرے کی شکل میں چمکتے سورج پر نظر آیا اور اپنے مدار کے اس حصہ میں قریباً چھ گھنٹے تک رہا۔ اس موقع پر کئی ویب سائٹس نے اس منظر کو دکھانے کا اہتمام کیا تھا۔ دُوربین کی ایجاد کے بعد سے زمین اور سورج کے درمیان سے زہرہ کا گزر صرف چھ بار ہوا ہے اور آئندہ ۲۰۱۲ء میں اور پھر ۲۱۱۷ء میں ایسا ہوگا۔

مونالیزا کی تصویر پر بڑھاپا

پیرس عجائب گھر کے منتظمین نے لیونارڈو ڈونچی کے شاہکار "مونالیزا" کا سائنسی جائزہ لینے کے بعد بتایا ہے کہ مونالیزا کی تصویر بوڑھی ہو رہی ہے اور پینٹنگ کا لکڑی کا فریم پہلے سے زیادہ خراب حالت میں ہے۔ یہ تصویر 1503ء سے 1506ء کے درمیان بنائی گئی تھی اور تصویر کا نام غالباً فانسکو ڈیل جیوکونڈو کی اہلیہ کے نام پر رکھا گیا تھا جو اس پینٹنگ کی ماڈل بنی تھیں۔ سولہویں صدی کے اوائل میں یہ پینٹنگ اپنے آرٹسٹ ڈونچی کے ساتھ فرانس آگئی جہاں 1911ء میں یہ چوری ہو گئی اور دو سال بعد اسے فلورنس کے ایک ہوٹل سے برآمد کیا گیا۔

اب سینٹر فار ریسرچ اینڈ ریسٹوریشن آف میوزیم آف فرانس تحقیق کر رہا ہے کہ یہ پینٹنگ کس چیز سے بنی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ پینٹنگ شیشہ میں بند کر کے رکھی گئی ہے تاکہ اس پر موسم کی تبدیلیوں کے اثرات نہ پڑیں لیکن اگلے سال اس کو ایک خصوصی کمرہ میں منتقل کر دیا جائے گا۔

دیوار کے "پار"

پروفیسر سوسوماتاچی جنہوں نے جون ۲۰۰۴ء میں سان فرانسسکو (امریکہ) میں ایک ایسے کوٹ کی نمائش کی تھی (جو ایسے کپڑے سے تیار کیا گیا تھا) جس کے پار دیکھا جا سکتا تھا، اب ویسی ہی ایک دیوار بنانے کی کوشش کریں گے جس میں کھڑکی رکھے بغیر بھی باہر کے مناظر دیکھے جا سکیں گے۔ اس کوٹ میں پہننے والے کو عقبی منظر دکھانے کی صلاحیت ہے۔ یہ منظر ایک کمپیوٹر کے ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ اس کوٹ میں جو نیا مادہ استعمال کیا گیا ہے وہ ریٹرو ریفلکٹم کہلاتا ہے اور اس مادہ کے ذریعہ Three Dimensional عکس مرتب کیا جا سکتا ہے۔

سوسوماتاچی کا کہنا ہے کہ ان کی ایجاد کردہ ٹیکنالوجی کے کئی استعمال ہو سکتے ہیں جس میں جاسوسی اور فوجی مقاصد سے لے کر ہوائی جہازوں کے کاک پٹ کی تعمیر بھی شامل ہے۔ تاہم یہ خدشہ بھی ہے کہ جرائم پیشہ افراد اس کا ناجائز استعمال کریں گے۔

"وکٹوریہ کراس" کی نیلامی

تاج برطانیہ کا اعلیٰ ترین فوجی اعزاز "وکٹوریہ کراس" لندن میں ہونے والی ایک نیلامی میں ایک لاکھ ۳۲ ہزار پاؤنڈ میں نیلام کر دیا گیا۔ یہ رقم برطانیہ

کی شاہی فوج میں اعزازی کپتان کا عہدہ رکھنے والے اگن سنگھ رائے کے خاندان کو نیپال میں دیدی جائے گی۔ گورکھوں کو دیا جانے والا یہ سب سے پہلا "وکٹوریہ کراس" تھا اور اسے ملکہ برطانیہ نے ۱۹۸۶ء میں نیپال کے دورہ کے دوران اگن سنگھ کو نوازا تھا۔

اگن سنگھ، نیپال کے قصبے اکل دنگا میں پیدا ہوئے اور ۲۴ سال کی عمر میں بھارتی علاقے مانی پور میں جاپانی فوج کے خلاف لڑتے ہوئے انہوں نے یہ اعزاز اُس وقت حاصل کیا تھا جب وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں رینگتے ہوئے دشمن کے مورچے تک جا پہنچے اور اس میں موجود چار میں سے تین جاپانی فوجیوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اُن کی اس بہادری سے ان کے ساتھیوں کے حوصلے بلند ہوگئے اور انہوں نے دشمن کے ایک پورے گیریزن کو پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ اگن سنگھ رائے ۱۹۷۱ء میں ریٹائرڈ ہوئے اور چار سال پہلے اُن کا انتقال ہوا۔

بلیک ہول کی تھیوری پر نظر ثانی

Black Hole کا نام آپ نے یقیناً سنا ہوگا۔ بلیک ہول کائنات میں تاریک گہرائیوں کی مانند ہیں جن کے اندر ایسی مقناطیسی کشش موجود ہے جو ہر چیز کو اپنے اندر کھینچ لیتی ہے۔

تیس سال قبل برطانیہ کے معروف سائنسدان اسٹیفن ہاکنگ کی طرف سے پیش کیا جانے والا یہ نظریہ قبول کیا جاچکا تھا کہ ہر قسم کا مادہ بلیک ہول میں جانے کے بعد ہمیشہ کے لئے غائب ہوجاتا ہے۔ اُن کی تھیوری کے مطابق بلیک ہول کی مقناطیسی کشش سے کوئی چیز (حتی کہ روشنی بھی) نہیں بچ سکتی۔ لیکن اب ہاکنگ نے خود ہی اپنی تھیوری پر نظر ثانی کرکے سائنسدانوں کو اس موضوع پر نئے طریقہ سے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ دراصل اُن کی تھیوری پر ہمیشہ سے یہ سوال اٹھائے جاتے رہے ہیں کہ بلیک ہول میں جانے والا مادہ آخر کہاں چلا جاتا ہے؟ پہلے ہاکنگ نے اس امکان کا اظہار کیا تھا کہ یہ مادہ تباہ نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسری کائنات میں چلا جاتا ہے جو ہماری حقیقت سے بعید ہے۔ لیکن جولائی ۲۰۰۴ء میں ڈبلن (آئرلینڈ) میں ہونے والی ایک سائنسی کانفرنس میں انہوں نے اعلان کیا کہ تیس سال قبل پیش کیا جانے والا اُن کا نظریہ غلط تھا۔ اب وہ کہتے ہیں: "بلیک ہول میں جانے والے مادہ کی توانائی ہماری کائنات میں واپس آجاتی ہے، لیکن کسی جسمانی شکل میں نہیں بلکہ ایسی حالت میں جس کی نشاندہی آسان نہیں ہے"۔

اپنے خطاب میں پروفیسر ہاکنگ نے ثابت کیا کہ بلیک ہول سے اطلاعات بہرحال واپس آتی ہیں۔

ان کی اس نئی سوچ کا مطلب یہ ہوگا کہ جدید طبیعات (ماڈرن فزکس) کے اصول بھی تبدیل ہوجائیں گے اور خلا میں کائنات کے وجود کے بارہ میں بھی سائنسدانوں کی سوچ میں تبدیلی آئے گی۔

سب سے بڑا سیٹلائٹ

یورپ کے خلائی ادارہ کے تیار کردہ آریائن 5 راکٹ نے جولائی ۲۰۰۴ء میں اپنی انیسویں پرواز میں دنیا کے سب سے بڑے تجارتی ٹیلی مواصلات سیٹلائٹ کو کامیابی سے خلا میں پہنچادیا۔ چھ ٹن وزنی یہ کمرشل سیٹلائٹ کینیڈین حکومت کی ملکیت ہے اور اس سے نہ صرف انٹرنیٹ براڈبینڈ اور دوسری ڈیجیٹل سہولتیں مہیا ہوسکیں گی بلکہ کینیڈا میں دُور دراز علاقوں کے ساتھ وڈیو لنک قائم کرکے عام مریضوں کا علاج ہسپتال جائے بغیر ہی کیا جاسکے گا۔

چیونگ گم کی واپسی

سنگاپور نے چیونگ گم کی درآمد، صنعتی پیداوار، فروخت اور کھانے پر 1992ء میں پابندی لگا دی تھی۔ اُس وقت کے وزیراعظم لی کوان یو کا کہنا تھا کہ یہ گلیوں، بسوں اور ٹرینوں میں گند پھیلاتی ہے۔

مئی ۲۰۰۴ء میں بارہ سال بعد موجودہ حکومت نے اس سلسلہ میں تھوڑی سی نرمی یہ کی ہے کہ آئندہ دوافروش وہ چیونگ گم بیچ سکیں گے جن کے طبی فوائد ہوں گے یا وہ دانتوں کے علاج کے لئے استعمال ہوتی ہوں گی۔ لیکن یہ چونگ گم صرف رجسٹرڈ یا اندراج شدہ افراد کو ہی مہیا کی جائیں گی اور چیونگ گم خریدنے والے کو اپنا نام اور شناختی کارڈ نمبر بتانا پڑے گا۔ اگر کوئی دوافروش اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا تو اسے دوسال تک قید کی سزا ہوسکتی ہے۔

چرچ پر شیطان کا حملہ

دنیا کا سب سے پہلا انٹرنیٹ چرچ چند ماہ قبل اس مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا کہ ایسے عیسائی، جو کسی وجہ سے چرچ نہیں جاسکتے، کمپیوٹر کے ذریعہ ہی عبادت میں شامل ہوسکیں۔ اس چرچ کو جو عیسائی تنظیم چلا رہی ہے اُس کے نام کا ترجمہ ہے: "بیوقوفوں کا جہاز"۔ اُن کا کہنا ہے کہ اس چرچ پر ایک ہزار عیسائی روزانہ عبادت کرتے ہیں۔ البتہ ایسے عیسائی جن کا مذہب سے لگاؤ کم ہے وہ عبادت کرنے والوں کے لئے پریشانیاں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ان میں اکثریت کا تعلق آسٹریلیا اور امریکہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ مئی ۲۰۰۴ء میں بھی اس چرچ پر ایک سائبر بھوت نے حملہ کردیا تھا جو اپنا نام شیطان بتاتا ہے۔ چرچ کے سائبر محافظوں نے حملہ تو روک لیا لیکن چرچ کے کچھ حصے، جن میں عبادت کے لئے استعمال ہونے والی میز اور منبر شامل تھے، کئی روز تک شیطان کی دسترس میں رہے۔

اگرچہ چرچ کے محافظ کسی بھی حملہ آور کو جو چرچ یا مذہب کی بے حرمتی کرے، فوراً جہنم رسید کردیتے ہیں۔ البتہ وہ سیکورٹی کا ایک نیا نظام قائم کرنے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ ان حملوں سے ہمیشہ کے لئے بچا جاسکے۔ اس مقصد کے لئے چرچ انتظامیہ نے چرچ کے وفادار مخلصین سے ایک بڑی رقم کا مطالبہ کیا ہے۔

درد کی دوا کرے کوئی!

امریکہ کے ایک دواساز ادارہ مرک نے اپنی جوڑوں کی دوائی Vioxx یا Cioxx واپس لے لی ہے کیونکہ اس سے دل کے دورہ کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔ یہ دوا ۱۹۹۹ء میں بازار میں آئی تھی اور اب تک صرف امریکہ میں نو کروڑ مرتبہ تجویز ہوچکی ہے۔ اس دوا کی اچھی بات یہ تھی کہ اس سے پیٹ کی تکلیف نہیں ہوتی تھی جو پہلے موجود دواؤں سے ہوتی تھی۔